اخبار الرایہ

شمارہ نمبر 594

(08-اپریل-2026)

(عربی سے ترجمہ)

سوڈان میں جنگ کو طول دینے کے لیے نیلِ ازرق میں کشیدگی 2
ایران کے خلاف جنگی آپریشن 5
فلسطین کے قیدیوں کی مدد کون کرے گا جبکہ ان کے لیے پھانسی کے پھندے نصب کر دیے گئے ہیں؟! 15
غلط جگہ پر غیر جانبداری باطل کی حمایت اور حق کو چھوڑنے کے مترادف ہے 18
ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ میں شرکت سے یورپ کا انکار 20
افغانستان اور پاکستان کے درمیان تنازع: استعماری قوم پرستانہ سرحدیں اور نہ مٹنے والے زخم 24
سوڈانی حکومت کی بے حسی: صورتحال کی پرواکیے بغیر بے گھر افراد پر ٹیکسوں کا نفاذ! 29
یہودی وجود امریکہ کی جیب میں چھپے ہوئے ایک حقیر چوہے کے سوا کچھ نہیں 31
صرف اسلامی نظام ہی انسانیت کو سرمایہ داریت کے لالچ سے نجات دلا سکتا ہے 33
ایران کے خلاف جنگ میں امریکہ کی مشکل، اور رسوا ریاستوں کے شرمناک موقف 34
ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ترکیہ شاندار رہا ہے، اور اردوان ایک عظیم لیڈر ہیں 38
جب متحد کرنے والی ریاست موجود نہ ہو تو عظیم تر توانائیاں بھی بکھر جاتی ہیں 43
آگے بڑھو اے مسلمانو! کیونکہ یہ حزب التحریر ہے جو تمہیں نجات کی کشتی کی طرف بلا رہی ہے 44

اے مسلمانو! یقیناً حزب التحریر آپ کو امریکہ اور مغرب کی محکومی سے نجات حاصل کرنے کی پکار دیتی ہے، جس نے آپ کے لیے سوائے ذلت، رسوائی اور تقسیم کے کچھ پیدا نہیں کیا۔ حزب التحریر آپ کے درمیان نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ قائم کرنے کے لیے سرگرمِ عمل ہے، جو آپ کے کلمے کو ایک کر دے گی (یعنی آپ کو متحد کر دے گی)۔ اس کے ذریعے، آپ اپنے دین کو قائم کریں گے اور اسے تمام انسانیت کے لیے خیر اور ہدایت کے پیغام کے طور پر لے کر اٹھیں گے، تاکہ انہیں سرمایہ داریت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کے نور کی طرف لایا جا سکے۔ یہی ہماری پکار ہے، اور یہی اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اہلِ ایمان کے لیے پکار ہے۔ ہم اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) سے دعا گو ہیں کہ وہ اس خیر کے لیے آپ کے سینے کھول دے تاکہ آپ اس پر لبیک کہیں، کیونکہ اسی میں آپ کی زندگی، آپ کی نجات اور آپ کے رب کی خوشنودی ہے۔

سوڈان میں جنگ کو طول دینے کے لیے نیلِ ازرق میں کشیدگی

تحریر: استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل)

(ترجمہ)

نیلِ ازرق میں کشیدگی کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔ جنوبی سوڈان میں نقل و حرکت کا مشاہدہ کچھ عرصے سے کیا جارہا تھا، جس کے ساتھ ساتھ ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) کی صفوں میں شامل ہونے والے جنوبی سوڈانی کرائے کے فوجیوں کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایسی دستاویزی میڈیا رپورٹس سامنے آئیں جن میں ایتھوپیا کی سرزمین کے اندر ریپڈ سپورٹ فورسز کی تربیت اور امداد کے لیے ایک بڑے کیمپ کے قیام کی تصدیق کی گئی تھی۔ مزید برآں، فرانسیسی اخبار 'لی موند' (Le Monde) نے 18 اور 19 مارچ کو اپنی ویب سائٹ پر ایک تحقیقاتی رپورٹ شائع کی جس میں گزشتہ سال کے آخر سے اس سال کے آغاز تک چار ماہ کے عرصے کے دوران 36 پروازوں کی تفصیل دی گئی تھی، جو ان کیمپوں تک اسلحہ پہنچا رہی تھیں۔

ان کیمپوں سے متعلق سوڈانی حکومت کی آگاہی کے باوجود اس نے ایتھوپیا کے خلاف کوئی سنجیدہ کارروائی نہیں کی، بلکہ محض اندرونی طور پر عوامی تسلی کے لیے بیانات جاری کرنے پر اکتفا کیا! گزشتہ ماہ کے آغاز میں سوڈانی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ "فروری کے پورے مہینے اور مارچ کے آغاز کے دوران سوڈانی حکومت ایتھوپیا کی سرزمین سے ڈرونز کے داخلے کی نگرانی کرتی رہی ہے،" اور اسے سوڈانی خودمختاری کی کھلی خلاف ورزی اور سوڈانی ریاست کے خلاف سراسر جارحیت قرار دیا گیا۔

تاہم سوڈان نے اس اقدام پر احتجاج کے لیے نہ تو ایتھوپیا کے سفیر کو طلب کیا اور نہ ہی ان کیمپوں کو روکنے یا کم از کم ان پر ضرب لگانے کے لیے کوئی قدم اٹھایا۔ 24 مارچ کو اسٹریٹجک اہمیت کا حامل شہر کرمک ریپڈ سپورٹ فورسز اور سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ-نارتھ کے قبضے میں چلا گیا۔ سوڈانی فوج نے ایتھوپیا پر ریپڈ سپورٹ فورسز کی حمایت کا الزام لگایا، بشمول اپنی سرزمین سے سوڈان کے اندر ڈرونز داغنے کے۔ نیلِ ازرق کے صوبے کی ریاستی حکومت نے بھی ایک سرکاری بیان میں اس بات کی تصدیق کی کہ جس فورس نے حملہ کیا اس نے ایتھوپیا کی سرزمین سے پیش قدمی کی تھی، اور یہ بھی واضح کیا کہ فوجی گاڑیاں عروس (Arus) ایئرپورٹ کے ذریعے پہنچی تھیں۔ نیلِ ازرق کے گورنر نے ان واقعات کو ایتھوپیا کی

جانب سے ایک حملہ قرار دیا۔ ایتھوپیا کے خلاف ان تمام بیانات اور براہِ راست الزامات کے باوجود سوڈانی حکومت نے اس کے خلاف کوئی سنجیدہ کارروائی نہیں کی، جو صورتحال کو مزید پیچیدہ بنانے میں ملی بھگت کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کا مقصد ریپڈ سپورٹ فورسز کو ناقابلِ تسخیر اور شکست سے بالاتر بنا کر پیش کرنا ہے، تاکہ مذاکرات اور ان کے وجود کو تسلیم کرنا ناگزیر ہو جائے، اور انہیں دارفور کی تقسیم کی اجازت مل سکے، یہاں تک کہ نیلِ ازرق کے علاقے کو سوڈان کی مزید توڑ پھوڑ کے اگلے مرحلے کے طور پر تیار کیا جا سکے۔

کرمک کا سقوط کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اپنی سرحدی محلِ وقوع اور ایتھوپیا اور جنوبی سوڈان تک پھیلے ہوئے زمینی راستوں کے درمیان ایک اہم کڑی ہونے کے ناطے، یہ ایک سٹریٹیجک اہمیت کا حامل علاقہ ہے، جس پر قبضے سے فوجی سپلائی لائنوں کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مزید برآں، اس خطے کا پہاڑی جغرافیہ اسے مشاہدے اور نگرانی کے لیے ایک بہترین مقام بناتا ہے، جو براہِ راست ریاست نیلِ ازرق اور اس کے گردونواح میں طاقت کے توازن پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس جنگ کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ ایک عام اور نہتا انسان اس کی قیمت، مالی، اخلاقی اور جسمانی طور پر، چکا رہا ہے، جس کا اس جنگ میں کوئی مفاد نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اس کی زمین اور روزگار میدانِ جنگ بن چکے ہیں۔ وہ اپنا سب کچھ کھو دینے کے بعد ہجرت اور بے گھری کی اذیت سہتے ہوئے اس جنگ کا سارا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ جب کبھی بھی جنگ چھڑتی ہے، چاہے وہ دارفور ہو، وسطی سوڈان میں خرطوم ہو، کردوفان ہو، جزیرہ ہو یا کہیں اور، اس کی انسانی قیمت بہت بھاری ہوتی ہے۔ یہی وہ قیمت ہے جو آج کرمک اور ریاست نیلِ ازرق کے دیگر علاقوں کے سقوط کے بعد لوگ ادا کر رہے ہیں، جہاں ہزاروں بزرگ، خواتین اور بچے سلامتی کی تلاش میں بے گھر ہو چکے ہیں۔ یہ سب کچھ نیلِ ازرق کے خطے میں بڑھتی ہوئی لڑائی کے درمیان ہو رہا ہے، جہاں گورنر احمد العمدہ بادی نے کرمک کو واپس لینے کی تیاریوں کے سلسلے میں سوڈانی فوج کی تازہ دم کمک کی آمد کا اعلان کیا ہے۔ دریں اثنا، ہجرت کی بین الاقوامی تنظیم (آئی او ایم) نے رپورٹ دی ہے کہ بگڑتی ہوئی سیکیورٹی صورتحال اور بڑھتے ہوئے تصادم کی وجہ سے 14 فروری سے 24 مارچ کے درمیان ہزاروں لوگ شہر سے ہجرت کر گئے ہیں۔ سوڈانی ڈاکٹرز نیٹ ورک نے بین الاقوامی اور انسانی ہمدردی کی تنظیموں، بالخصوص اقوامِ متحدہ سے مطالبہ کیا کہ وہ خوراک، ادویات اور پناہ گاہوں سمیت فوری مدد فراہم کرنے کے لیے فوری مداخلت کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ امداد متاثرین تک پہنچے۔ نیٹ ورک نے بے گھر افراد کی بگڑتی ہوئی صحت اور انسانی صورتحال کے بارے میں خبردار کیا، خاص طور پر طبی سہولیات کی عدم دستیابی، بیماریوں کے پھیلاؤ اور غذائی قلت کے پیشِ نظر۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سوڈان کے سرحدی علاقوں پر دباؤ ڈالنے کی امریکی پالیسی رنگ لا رہی ہے۔ وہ جنوب کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں اس وقت تک کامیاب رہا جب تک کہ اسے سوڈان سے الگ نہیں کر دیا گیا، اور اب یہی دباؤ دارفور پر ڈالا جا رہا ہے، اپنے ایجنٹ حمیدتی کو تقریباً پورے دارفور پر قبضے کے قابل بنانے کے بعد، سوائے ان چند چھوٹے علاقوں کے جو فوجی یا سیاسی منظر نامے پر کوئی نمایاں اثر نہیں ڈالتے۔ مزید برآں، اس نے دارفور میں ایک متوازی حکومت کے قیام سے آنکھیں موندلی ہیں، بلکہ شاید یہ سب اسی کے ایما پر ہو رہا ہے۔

نیلِ ازرق میں جاری جنگ ویسی نہیں ہے جیسی دارفور میں تھی، یا یہاں تک کہ مغربی یا شمالی کردوفان کے قریبی علاقوں میں تھی۔ یہ جنگ اب دیگر علاقوں میں پھیل رہی ہے، جیسا کہ جنوبی کردوفان میں ہوا، اور کوستی، ربک اور العبید جیسے کئی شہروں میں ڈرون جنگ لڑی جا رہی ہے، جس کی قیمت عام لوگ چکا رہے ہیں۔ اب ریاست نیلِ ازرق میں یہ سارا میدان اس لیے تیار کیا گیا ہے تاکہ جنگ کو طول دیا جائے اور لوگوں میں مایوسی پیدا کی جائے، تاکہ وہ یہ مان لیں کہ یہ جنگ ان باغی تحریکوں پر فوج کی فتح کے ساتھ ختم نہیں ہوگی۔ نتیجتاً، ان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ امریکہ کے احکامات کے آگے سرِ تسلیم خم کر لیں، چاہے اس کی قیمت دارفور کی علیحدگی اور سوڈان سے اس کا کٹ جانا ہی کیوں نہ ہو، بالکل ویسے ہی جیسے جنوبی سوڈان میں ہوا، جہاں سوڈانی عوام کی جانب سے اس سازش کو روکنے کے لیے کسی کارروائی کے بغیر ہی یہ منصوبہ آگے بڑھا! اب اگر امریکہ اور اس کے ایجنٹوں کو دارفور کی علیحدگی کے ذریعے سوڈان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی سازش پر عمل درآمد سے روکنے کے لیے سنجیدہ اقدام نہ کیا گیا، تو ایک ایسا دن آئے گا جب ہم اپنے ملک کی وحدت سے غفلت برتنے اور امریکہ کو اس کے ایجنٹوں کے ذریعے سوڈان کے باقی ماندہ حصے کو تباہ کرنے کی خواہش پوری کرنے دینے پر پچھتائیں گے۔ اس لیے، یہ ناگزیر تھا کہ سوڈان کی سالمیت سے کھیلنے والوں کے ہاتھ روکے جائیں اور ایک ایسی نظریاتی ریاست کے قیام کے لیے تندہی سے کام کیا جائے جو سوڈان کو متحد کرنے کے لیے کام کرے اور ان لوگوں کے ہاتھ کاٹ دے جو اس کے وسائل سے کھلواڑ کرتے ہیں۔ چونکہ سوڈان کے عوام کی اکثریت مسلمان ہے، اس لیے اصول یہی ہے کہ ہمیں اپنی ریاست کی بنیاد عظیم اسلام پر رکھنی چاہیے، جو شریعتِ حقہ کی روشنی میں لوگوں کو ان کی نسل یا مذہب سے قطع نظر برابر قرار دیتا ہے، اور انہیں حقوق و فرائض میں مساوی رکھتا ہے، یعنی اسلام کی ریاست، نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے زیرِ سایہ۔

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے ترجمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال وجواب

ایران کے خلاف جنگی آپریشن

(ترجمہ)

سوال:

ٹرمپ کے بدلتے ہوئے بیانات، جن میں پہلے ایران کو 48 گھنٹے کا الٹی میٹم دیا گیا، پھر اسے 5 دن کی ڈیڈلائن میں بدلا گیا، پھر 10 دن کی مہلت اور پھر اس کا مجوزہ 15 نکاتی منصوبہ، ان سب کے کیا اثرات اور نتائج ہوں گے؟ اور پھر بیانات بدلنے کا ایک سلسلہ ہے، جن میں سے زیادہ تر ٹرمپ کی طرف سے اور کچھ ایران کی جانب سے سامنے آرہے ہیں۔ اس کے بعد ایرانی ٹیلی ویژن کا وہ اعلان ہے کہ جس میں ایران کی جانب سے ٹرمپ کی تجویز کو مسترد کر دیا گیا ہے۔ اور پھر ان تمام امور کا نتیجہ کیا نکلے گا؟... کیا ٹرمپ ایران کو ایٹمی ہتھیار اور بھاری میزائل حاصل کرنے سے روکنے کے اپنے مقاصد حاصل کر لے گا، اور یوں ایران کو دوبارہ امریکہ کے مدار میں (زیرِ اثر لانے) یا اسے ایک تابع ریاست بنانے میں

کامیاب ہو جائے گا، یا پھر ایران ایک خود مختار ریاست بن کر ابھرے گا؟ اور کیا یہ سچ ہے کہ "یہودی وجود"، امریکہ کی منظوری سے جنوبی لبنان کو دریائے لیطانی تک اپنے ساتھ ملا کر اپنی ریاست کی حدود کو وسعت دینے کی کوشش کر رہا ہے، جیسا کہ یہودی وزیرِ دفاع نے ایک بیان دیا تھا؟ اور آخر مسلمان یہ کیوں نہیں سمجھ پا رہے ہے کہ وہ اسلامی ریاست، یعنی خلافتِ راشدہ ہی ہو گی جو ٹرمپ اور اس کے پیروکاروں کو اسی طرح مٹا دے گی جس طرح خلافت نے رومی شہنشاہوں اور فارسی بادشاہوں کا خاتمہ کیا تھا، اور یوں ان کی سازشوں کو انہی پر الٹ دے گی تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو اور کفر و کافر فنا ہو جائیں؟

جواب:

مذکورہ بالا سوالات کے تینوں حصوں کے جواب کی وضاحت کے لئے ہم درج ذیل نکات کا جائزہ لیں گے:

اول: سوال کا پہلا حصہ، جو اس بات سے متعلق ہے کہ ٹرمپ کا مقصد ایران کو ایک تابع ریاست بنانا ہے، یا ایسی ریاست جسے وہ اپنے اثر و رسوخ کے مدار میں ہی رکھنا چاہتا ہے، یا پھر اسے ایک ایسی ریاست بننے دے جو خود مختار ہو کر ابھرے:

1- 28 فروری، 2026ء بروز ہفتہ کی صبح کو، امریکی صدر ٹرمپ نے اپنے ٹروتھ سوشل پلیٹ فارم پر ایک ویڈیو پوسٹ کی جس میں اس نے اعلان کیا کہ مشرقِ وسطیٰ میں اس کی افواج نے ایران کے خلاف بڑے پیمانے پر جنگی کارروائیوں کا آغاز کر دیا ہے۔ ٹرمپ کے ساتھ اس کا قریبی اتحادی، نیتن یاہو بھی شامل ہو گیا۔ اس اقدام سے امریکہ کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے ایران بالخصوص پاسدارانِ انقلاب کے اندر سخت گیر موقف ظاہر ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ نے ایران سے اہم ترین معاملات پر رضامندی کا مطالبہ شروع کر دیا ہے تاکہ اسے ایک ایسی ریاست میں بدل دیا جائے جو مکمل طور پر امریکہ کی تابع فرمان ہو، نہ کہ محض امریکی دائرۂ اثر کے مدار میں گردش کرنے والی ریاست ہو۔ ایرانی لیڈران کا قتل کر دیا جانا اور ایران کو امریکی مدار میں ہی برقرار رکھنا، غالب امکان یہی ہے کہ اب ایسا ممکن ہونا نہیں۔ امریکہ نے ایران پر اس لئے جنگ نہیں کی کہ اسے اپنے دائرۂ اثر سے نکال کر ایک آزاد ریاست کی طرح چھوڑ دے، بلکہ اسے یقین تھا کہ وہ ابتدائی دھچکا دینے کے ساتھ ہی اس پر تیزی سے غالب ہو جائے گا اور اسے ایک مکمل تابع فرمان ریاست بنا دے گا۔ اس بات کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے یعنی کہ ٹرمپ انتظامیہ، ایرانی حکومت کے اندر موجود بعض عناصر کے ساتھ مکمل رابطہ اور ہم آہنگی میں تھی، تاکہ پہلا ہی جھٹکا دیئے جانے کے فوراً بعد، یعنی اعلیٰ سطحی قیادت کے قتل ہو جانے کے بعد، فوراً اقتدار پر قابو پایا جا سکے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا! اور پاسدارانِ انقلاب اپنا کنٹرول برقرار رکھنے

میں کامیاب رہے۔ اسی لئے ٹرمپ اور یہودی وجود اس بات پر حیران رہ گئے کہ ایران میں حکومتی نظام متحد رہا اور وہ بھرپور شدت اور حیرت انگیز دلیری کے ساتھ میزائل اور ڈرون داغ رہے تھے۔ ایران کی جانب سے کئے جانے والے حملوں میں یہودی وجود کو اور خلیج وخطے میں موجود امریکی اڈوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ٹرمپ نے بیان دیا کہ کچھ ایسے لوگ جن کے بارے میں اسے امید تھی کہ وہ اقتدار سنبھالیں گے، وہ نادانستہ طور پر مارے گئے ہیں! امریکہ نے یہ سمجھا کہ ایران کا یہ شدید ردعمل سپریم لیڈر کے قتل ہو جانے کے بعد بعض لیڈران کے جذباتی فیصلوں کا نتیجہ ہے، اور اس لئے امریکہ نے ایک نئے لیڈر کے تقرر ہو جانے کا انتظار کیا۔ تاہم مجتبیٰ کی اپنے والد کے جانشین کے طور پر تقرری کے بعد اور کئی ہفتے گزر جانے کے بعد، ایران میں نظام حکومت ان لوگوں کے کنٹرول میں مستحکم ہو گیا ہے جو امریکہ کے مخالف ہیں، خاص طور پر جب سے اس (امریکہ) کی جارحیت تمام حدیں عبور کر چکی تھی۔

2- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اور یہودی وجود کے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ جب انہوں نے ایران کے خلاف اپنی جارحیت کا آغاز کیا تو انہوں نے جنگ کے لئے ایک مختصر عرصہ مقرر کیا تھا جس کا اندازہ چار دن لگایا گیا تھا؛ جس میں ایک بڑے اور بھرپور حملے کے ذریعے ایران کی اعلیٰ قیادت، جوہری تنصیبات، میزائل فیکٹریوں اور لانچنگ سائٹس کو نشانہ بنانا شامل تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جیسے ہی حکومت کی اعلیٰ قیادت اور پہلی صفوں کے لیڈران نشانہ بنیں گے، تو دوسرے درجہ کے قائدین خود بخود ہار مان لیں گے اور ان کی شرائط مان لیں گے، جیسا کہ وینزویلا میں ہوا تھا کہ جب امریکی افواج نے اس کے صدر کو اغوا کر لیا تو نائب صدر اور ان کے ساتھیوں نے امریکہ کے سامنے سرنڈر کر دیا تھا۔ تاہم، ایران میں سپریم لیڈر علی خامنہ ای اور بعض دیگر اعلیٰ رہنماؤں کے قتل کے بعد ایسا نہیں ہوا۔ پاسدارانِ انقلاب ڈٹے رہے اور انہوں نے اس جارحیت کا مقابلہ کرنے اور دشمنوں پر جوابی حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ نتیجتاً، امریکہ اور ایران کے درمیان ایک واضح دراڑ پیدا ہو گئی، حالانکہ ایران پہلے امریکہ کے مدار میں ہی گردش کر رہا تھا۔ اور امریکہ تو اسی تعلق کو تبدیل کرنا چاہتا تھا؛ ورنہ وہ یہ جارحیت شروع ہی نہ کرتا اور نہ ہی یہودی وجود کو یہ اجازت دیتا کہ وہ سپریم لیڈر سمیت ایرانی حکومت کی اہم ترین شخصیات کو قتل کر دے۔ یہ عوامل اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ امریکہ کا مقصد ایرانی حکومت کی پالیسی کو ایک سیٹلائٹ ریاست (مدار میں گھومنے والی) سے بدل کر ایک مکمل تابعدار ریاست بنانا تھا، تاکہ وہ ایران کے ساتھ مذاکرات میں اپنی شرائط منوا سکے۔ تاہم، امریکہ یہ مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے اور اس نے جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

3- جو حقیقت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ امریکہ کا مقصد ایرانی حکومت کی پالیسیوں کو تبدیل کرنا تھا، اور اسے ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ اپنی اعلیٰ قیادت کی بہت سے لیڈران کی ہلاکت کے باوجود یہ حکومت اس جارحیت کے سامنے ڈٹ جائے گی اور جوابی کارروائی کرے گی، وہ امریکہ کے سیکرٹری آف ڈیفنس، 'پیٹ ہیگسیتھ' (Hegseth) کا 10 مارچ، 2026ء کو دیا گیا یہ بیان ہے: "میں لازماً یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمیں ایسی کوئی توقع تھی کہ وہ بالکل اسی طرح کا کوئی ردعمل دیں گے"۔ اسی طرح، نیویارک ٹائمز نے 12 مارچ 2026ء کو باخبر ذرائع کے حوالے سے رپورٹ کیا کہ ٹرمپ اور اس کے مشیر اس بات پر پُرامید رہے تھے کہ اعلیٰ قیادت کے قتل کے بعد ایسے حقیقت پسند لیڈر ابھر کر آئیں گے جو جنگ ختم کرنے کی کوشش کریں گے، جس کا مطلب امریکہ کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور اس کی شرائط کو قبول کرنا تھا! بہرحال جب فوری طور پر ہتھیار ڈالنے کی ان کی امیدیں دم توڑ گئیں، تو ٹرمپ نے اس تنازعے کو حل کرنے کے لئے دو ہفتوں اور شاید چار ہفتوں کی باتیں شروع کر دیں۔ وہ اس جنگ کو کسی بھی ایسے طریقے سے ختم کرنا چاہتا ہے کہ جس سے وہ فاتح نظر آئے، نہ کہ اسے اس طرح سے ختم کرے کہ جس میں ایسی شکست اور ذلت نظر آتی ہو جیسا کہ 2021ء میں افغانستان سے امریکی افواج کے انخلاء کے وقت امریکہ کو رسوا ہونا پڑا تھا۔ ٹرمپ اس جنگ کو ختم کر دینا چاہتا ہے پیشگی اس کے کہ حالات مزید بگڑ جائیں اور ملکی سطح پر خود اس کی اور اس کی پارٹی کی ساکھ متاثر ہونے لگے، خاص طور پر اس لئے کہ جب اس موسمِ خزاں میں کانگریس کے مڈٹرم انتخابات آ رہے ہیں، اور ان انتخابات میں ناکامی 2028ء میں منعقد ہونے والے صدارتی انتخابات پر منفی اثر ڈالے گی۔ ٹرمپ ایک "زبانی فتح" کا تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے! صدر ٹرمپ نے 11 مارچ، 2026ء کو Axios کو دیئے گئے ایک مختصر فون انٹرویو میں کہا کہ ایران کے ساتھ جنگ "جلد" ہی ختم ہو جائے گی کیونکہ "عملی طور پر نشانہ بنانے کے لئے کچھ باقی نہیں بچا"۔ اس پانچ منٹ کی کال کے دوران ٹرمپ نے کہا، "بس مزید تھوڑا بہت ادھر ادھر... اور میں جب بھی چاہوں گا کہ یہ جنگ ختم ہو جائے، تو یہ ختم ہو جائے گی"۔ ٹرمپ ایسے بیانات دے رہا ہے جو لفظوں کا گورکھ دھندا ہیں گویا کہ وہ جیت چکا ہو۔ بہرحال اس سب سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ امریکہ کی صورتحال متزلزل ہے، کیونکہ وہ فوری طور پر اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکا ہے اور ہونے والے نقصانات اس کے علاوہ ہیں۔

4- اس کے بعد ٹرمپ نے ڈیڈ لائنز میں توسیع کرتے ہوئے ایک نئی حکمتِ عملی کا سہارا لیا۔ 22 مارچ کو اس نے 48 گھنٹے کا حتمی الٹی میٹم دیا تھا، پھر 23 مارچ کو "مثبت مذاکرات" کا جواز دے کر اس الٹی میٹم کو پانچ دن تک بڑھا دیا۔ پھر 26 مارچ کو اس نے مزید دس دن کی مہلت کا اعلان کر دیا، جو 6 اپریل 2026ء تک تھی، اور اس کے ساتھ دیگر متضاد بیانات بھی

دیئے۔ اس کی حکمتِ عملی ایران پر نفسیاتی اور سیاسی دباؤ ڈال کر اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا ہے۔ ایران کو دی جانے والی یہ مہلتیں اس فوجی تیاری کے لئے ایک آڑ بھی ہو سکتی ہیں جو امریکہ خطے میں بھیجے گا تاکہ خلیجِ فارس کے خارگ جزیرے (Kharg Island) یا ایران کے خلاف محدود زمینی کارروائی شروع کی جا سکے۔ وہ پہلے بھی سابقہ حملوں میں ایسا کر چکا ہے۔ وہ اس خطے میں نئی کمک بھیجنے کی چال چل رہا ہے، "اطلاعات کے مطابق وائٹ ہاؤس اور امریکی محکمۂ دفاع آئندہ چند روز میں مشرقِ وسطیٰ میں کم از کم 10,000 اضافی جنگی فوجی بھیجنے پر غور کر رہے ہیں..." (MEBA نیوز، 27 مارچ، 2026ء)۔ دوسرے الفاظ میں، یہ ڈیڈلائنز ماضی کی طرح دھوکہ دہی پر مبنی ایک چال ہیں۔

5- ٹرمپ اور اس کی تکبرانہ روش کے سامنے اب صرف وہی راستہ رہ گیا ہے جسے وہ "طاقت کے ذریعے امن" (Peace through strength) کہتا ہے، یعنی جنگ کی آگ میں مذاکرات۔ چنانچہ اس نے 15 نکاتی منصوبہ کا اعلان کیا جو اس نے ایران کو جنگ ختم کرنے کے لئے پاکستان کے ذریعے سے پیش کیا ہے۔ اس منصوبے کی تفصیل کچھ یوں ہے: "ایران کی جمع کردہ نیوکلئیر صلاحیتوں کا مکمل خاتمہ، آئندہ کبھی نیوکلئیر اسلحہ کی خواہش نہ کرنے کا مستقل عہد، ایران کی سرزمین پر یورینیم افزودگی بند کرنا، تمام تر افزودہ کردہ مواد کو ایک مختصر مدت کے اندر انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے حوالے کرنا، ایران کے علاقوں، نطنز، اصفہان اور فردو کی جوہری تنصیبات کو غیر فعال اور تباہ کرنا، اور ایران کے اندر تمام معلومات کو انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی کے لئے دستیاب بنانا؛ اسی طرح نیوکلئیر ایشو، ایران کے لئے اپنی "پراکسی پاور پالیسی" کو ترک کر دینا ہو گا، خطے میں اپنے اتحادیوں کو مالی اور عسکری حمایت بند کرنا ہو گی، آبنائے ہرمز کو سب کے لئے ایک کھلی اور آزاد بحری گزرگاہ رکھنا ہو گا، اور میزائل مسئلے کو بعد میں حل کرتے ہوئے ان کی تعداد اور رینج پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں، اور اس کے علاوہ ان میزائلوں کے استعمال کو صرف "جائز دفاع" کی حد تک محدود کرنا ہو گا" (العربی الجدید، 25 مارچ، 2026ء)۔ اس منصوبے کی شرائط سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ٹرمپ کا مقصد ایران کو امریکی مدار میں گردش کرتی ہوئی ایک "سیٹلائٹ اسٹیٹ" کی حیثیت سے ہٹا کر اسے ایک ایسی تابع فرمان ریاست میں تبدیل کرنا ہے جو امریکہ کے تمام احکامات پر من و عن عملدرآمد کرتی ہو۔ حتیٰ کہ انٹرنیشنل پریس نے بھی اس 15 نکاتی منصوبہ کو ایک "سرنڈر" دستاویز قرار دیا ہے، یعنی ایک ایسا معاہدہ جو ایران کو مکمل طور پر ایک غلام ریاست میں بدل دیتا ہے۔ "تاہم، پاکستان کے ذریعے ٹرمپ انتظامیہ کی جانب سے پیش کیا گیا منصوبہ، دراصل سرنڈر کر دینے کی ایک دستاویز ہی ہے" (دوحہ انسٹی ٹیوٹ، 26 مارچ، 2026ء)۔ ٹرمپ نے 24 مارچ، 2026ء کو اپنے پسندیدہ فیلڈ مارشل، پاکستانی آرمی چیف جنرل عاصم منیر سے فون پر رابطہ کیا اور انہیں زور دیا کہ وہ ایران کو ٹرمپ کی شرائط پر یہ معاہدہ قبول کرنے پر

مجبور کریں۔ تاہم وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ایران نے اس منصوبے کو سرکاری ٹیلی ویژن پر مسترد کر دیا، جو اس کے اس انکار کی علامت ہے کہ وہ ایک غلام ریاست بننے سے انکار کر رہا ہے۔ اس کے جواب میں ایران نے خود اپنا پانچ نکاتی منصوبہ پیش کیا، جس میں شامل تھا کہ: "ایرانی حکام کے خلاف قاتلانہ حملوں کا خاتمہ، نئی جنگ نہ چھڑنے کی ضمانتیں، جنگی تاوان کی ادائیگی، دشمنی کا خاتمہ، آبنائے ہرمز پر ایران کی خود مختاری کا اعتراف" (یورونیوز، 25 مارچ، 2026ء)۔ اگرچہ ایران کی یہ پیشکش نیوکلئیر اسلحہ یا میزائلوں کے مسئلے کو براہِ راست حل نہیں کرتی، لیکن یہ امریکی 15 نکاتی منصوبے کی توقعات پر بھی پورا نہیں اترتی۔ یوں اس طرح مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے۔

6- اس کے باوجود، گرچہ خفیہ طور پر ہی سہی لیکن رابطے جاری رہے۔ ایرانی وزیرِ خارجہ عباس عراقچی نے 31 مارچ، 2026ء کو الجزیرہ کو ایک انٹرویو میں کہا کہ: "جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے وہ نہ تو براہِ راست مذاکرات ہیں اور نہ ہی کسی ثالث کے ذریعے مذاکرات۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی امریکی نمائندے وِٹکوف (Wittkov) سے براہِ راست پیغامات وصول کر رہے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مذاکرات کر رہے ہیں۔ ایران میں کسی مخصوص فریق کے ساتھ مذاکرات کے دعوے میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ پیغامات وزارتِ خارجہ کے ذریعے پہنچائے جا رہے ہیں، اور سکیورٹی اداروں کے درمیان بھی رابطے ہیں... جو قومی سلامتی کونسل کی نگرانی میں ہو رہے ہیں"۔ انہوں نے مزید کہا: "ہم نے مذاکرات کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا اور ہمیں اس پر تحفظات ہیں۔ جنگ کے خاتمے کے لئے ہماری شرائط واضح ہیں۔ ہم جنگ بندی کو قبول نہیں کریں گے، بلکہ ہم مکمل طور پر دشمنی کے خاتمے کے خواہاں ہیں، نہ صرف ایران میں بلکہ پورے خطے میں"۔ انہوں نے یہ بھی کہا: "ایران کی شرائط میں یہ شامل ہے کہ اس بات کی ضمانت دی جائے کہ دوبارہ حملے نہ کئے جائیں گے، اور معاوضہ کی صورت میں نقصانات کی تلافی کی جائے"۔ یہ بیان دوغلا پن ظاہر کرتا ہے؛ یعنی رابطے بھی موجود ہیں لیکن مذاکرات بھی نہیں ہو رہے! بہر حال، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایرانی حکومت کے اندر ایسے عناصر موجود ہیں جو مذاکرات کے لئے آمادہ ہیں، اور امریکہ کسی بھی وقت جنگ روک کر مذاکرات شروع کر سکتا ہے، کیونکہ امریکہ اور ایرانی حکومت، دونوں کے درمیان بات چیت جاری ہے جیسا کہ عراقچی نے ذکر کیا ہے۔ البتہ پاسدارانِ انقلاب حکومتی عہدیداروں کے مقابلے میں زیادہ سخت مؤقف رکھتے ہیں۔ وہ خلیج، اردگرد کے خطے اور مقبوضہ علاقوں میں امریکی اثاثوں پر حملے جاری رکھے ہوئے ہیں اور مذاکرات سے انکار کر رہے ہیں۔

7- سابقہ نکات پر غور و فکر کے بعد، سوال کے پہلے حصہ کے بارے میں نتیجہ درج ذیل ہے:

الف-پاسدارانِ انقلاب کوشش کر رہے ہیں کہ ایران کو امریکی اثر ورسوخ سے آزاد کرایا جائے اور اسے دوبارہ امریکی دائرۂ اثر میں جانے سے روکا جائے، بلکہ اسے ایک خود مختار ریاست کے طور پر قائم کیا جائے:"ایرانی پاسدارانِ انقلاب: آبنائے ہرمز میں دشمن کی کسی بھی کارروائی کا بحری افواج کی جانب سے منہ توڑ جواب دیا جائے گا"(MTV لبنان، 4 مارچ، 2026ء)..."ایرانی پاسدارانِ انقلاب کے ترجمان ابراہیم ذوالفقاری نے جمعرات کو تصدیق کی کہ جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دشمن ذلیل ہو کر ہتھیار نہیں ڈال دیتا، اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ حملے مزید شدت اور وسعت کے ساتھ جاری رہیں گے"(الایام نیوز، 2 اپریل، 2026ء)..."ایرانی پاسدارانِ انقلاب نے بدھ کے روز تصدیق کی کہ اہم اسٹریٹجک آبنائے ہرمز ملک کے دشمنوں کے لئے بند رہے گی، جبکہ ٹرمپ نے کہا کہ وہ جنگ بندی پر اس وقت تک غور نہیں کریں گے جب تک اسے دوبارہ کھول نہ دیا جائے"(اخبار الیوم، یکم اپریل، 2026ء)... پاسدارانِ انقلاب نے اپنے ٹیلیگرام چینل کے ذریعے کہا:"آج کے بعد سے اب ہر قاتلانہ حملے کے بدلے میں ایک امریکی کمپنی کو تباہ کیا جائے گا"(العربیہ نیٹ، یکم اپریل، 2026ء)

ب-پاسدارانِ انقلاب کے برعکس، ایران میں سرکاری حکام درمیانی کیفیت میں اور تذبذب کا شکار ہیں، اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ اگر ممکن ہو تو ایران امریکی دائرۂ اثر میں ہی برقرار رہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ ایران امریکہ کی ایک تابع فرمان ریاست بن جائے، جیسا کہ خطے کے بہت سے ممالک ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹرمپ کو ایران میں بات چیت کے لئے مناسب افراد میسر ہیں:"امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے منگل کی شام کہا کہ"ہم درحقیقت صحیح افراد سے بات کر رہے ہیں"، اور جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں جو امریکہ سے بات کر رہے ہیں، تو ٹرمپ نے جواب دیا کہ"وہ اس لئے تفصیل نہیں بتانا چاہتے کیونکہ وہ نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے..."(فرانس-24 انگلش، 23 مارچ، 2026ء)...ایک پاکستانی ذرائع نے رائٹرز کو بتایا کہ اسرائیل نے عارضی طور پر وزیر خارجہ عباس عراقچی اور پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف کو اپنے قتل کے ہدف کی فہرست سے نکال دیا ہے، جب پاکستان نے واشنگٹن سے درخواست کی کہ انہیں نشانہ نہ بنایا جائے، اور انہیں بتایا کہ"اگر انہیں بھی ختم کر دیا گیا تو بات چیت کرنے کے لئے کوئی بھی باقی نہ رہے گا"(الجزیرہ نیٹ عربیہ، 26 مارچ، 2026ء)

ج-جہاں تک ٹرمپ کا تعلق ہے، تو اس جنگ میں اس کا مقصد یہ ہے کہ ایران اس کا تابع بن جائے، اس کے احکامات کی تعمیل کرے، ایران کے تیل و گیس پر اس کا کنٹرول ہو، اور آبنائے ہرمز پر کنٹرول اور اثر ورسوخ میں اس کا بڑا حصہ شامل ہو! امریکہ اس انداز میں جنگ چاہتا ہے کہ جس سے اس کے زیادہ سے زیادہ اہداف حاصل ہو سکیں۔ وہ ایران میں

توانائی کی تنصیبات پر حملوں کے ذریعے کشیدگی بڑھانے کا راستہ اختیار کر سکتا ہے، چاہے ایران جواب میں خلیجی ممالک کی توانائی کی تنصیبات کو نشانہ بنائے اور تیل کی فی بیرل قیمت بلند ترین سطح تک پہنچ جائے۔ امریکہ آبنائے ہرمز کو کھلوائے بغیر اس کی ناکہ بندی کر سکتا ہے یعنی ایرانی آئل ٹینکرز کو روک کر یا پھر ان جہازوں کو روک کر جنہیں ایران نے بحیرۂ عرب سے گزرنے کی اجازت دے دی ہو۔

بہر حال ایران کو اپنی غلامی میں لے آنے کے ٹرمپ کے خواب اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک ایران کی حکومت کے اندر اس کے کارندے موجود ہیں... اور اگر ان لوگوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا، تو ٹرمپ کے خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائیں گے۔

تاہم، اگر جنگ کی صورتحال کے باعث ان لوگوں سے وابستہ ٹرمپ کی امیدیں دم توڑ گئیں، اور پاسدارانِ انقلاب عسکری طور پر مضبوط رہے اور انہوں نے ملک میں دوبارہ اتحاد و یگانگت پیدا کر دی، تو ایران آزادی کی طرف بڑھے گا، کیونکہ یہ جنگ ایران کو امریکہ کے مدار میں رکھنے والی آخری کڑی کو بھی توڑ چکی ہو گی۔

دوئم: سوال کا دوسرا حصہ لبنان کے بارے میں ہے اور یہ کہ کیا "یہودی وجود" امریکہ کی منظوری سے جنوب کے علاقہ کو دریائے لیطانی تک ضم کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟

1- لبنان کے بارے میں، الجزیرہ عربی نے 26 مارچ، 2026ء کو ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ کیا کہ: "ایران نے ثالثوں کو آگاہ کیا ہے کہ کسی بھی جنگ بندی میں لبنان کو بھی لازماً شامل ہونا چاہیے"۔ 24 مارچ 2026ء کو اسرائیل کے وزیرِ دفاع، اسرائیل کاتز (Israel Katz) نے اعلان کیا کہ ان کی افواج جنوبی لبنان میں دریائے لیطانی تک کے علاقے پر کنٹرول حاصل کریں گی، اور کہا: "بے گھر ہونے والے رہائشی اس وقت تک دریائے لیطانی کے جنوب میں واپس نہیں آئیں گے جب تک شمالی اسرائیل کے رہائشیوں کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جاتی"۔ اس نے مزید کہا، "اس کی افواج نے حزب اللہ کے زیرِ استعمال دریائے لیطانی پر موجود تمام پانچوں پل تباہ کر دیئے ہیں... اور وہ باقی ماندہ پلوں کو کنٹرول کریں گی اور دریائے لیطانی تک پھیلا ہوا ایک سیکیورٹی زون قائم کریں گی" (الشرق الاوسط، 24 مارچ، 2026ء)۔ 19 مارچ، 2026ء کو لبنان کے وزیرِ اعظم نے CNN کو بتایا کہ انہوں نے ٹرمپ کو ایک پیغام بھیجا ہے: "میں صدر ٹرمپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم اسرائیلی فریق کے ساتھ فوری مذاکرات شروع کرنے کے لئے تیار ہیں"۔

2- لہٰذا، یہودی وجود کے بیانات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جنوبی لبنان میں دریائے لیطانی تک ایک بفر زون قائم کیا جائے گا، اور اس علاقے کو اس کے لبنانی باشندوں سے خالی کرانے کی بات کی جا رہی ہے۔ جنوب میں مزاحمت کی وجہ سے یہودی وجود کی فوج کے لئے یہ ہدف حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ مزید بر آں، چونکہ یہود نے اللہ جَلَّ جَلَالُہُ سے تو پہلے ہی اپنا ناطہ توڑ لیا ہے اور اب ان کے پاس اگر لوگوں (مغرب، امریکہ اور مسلمانوں کے غدار حکمرانوں) کا سہارا نہ ہو تو یہ وجود لڑنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ چنانچہ اگر امریکہ کی جارحیت ختم ہو جائے، تو یہود کا وجود خود بخود ہی ختم ہو جائے گا۔

سوئم: سوال کا تیسرا حصہ خلافت سے متعلق ہے، جو کہ ایک ایسی ریاست ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی عزت و وقار کو بحال کرے گی اور کفر و کفار کو ذلیل و رسوا کر دے گی:

1- اسلامی ممالک کے حکمرانوں میں کوئی خیر باقی نہیں رہی، اس لئے یہ بعید از قیاس ہے کہ وہ دوبارہ راہِ راست پر آ جائیں۔ اس لئے بھروسہ صرف اس امتِ مسلمہ پر ہی کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ ایک ریاست قائم کر لے اور پھر وہ سب ایک ہی ریاست میں متحد ہو جائیں جو خلافتِ راشدہ کی صورت میں ایک باشعور سیاسی قیادت کے تحت ہو، جس کا ارادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہو۔ امت مسلمہ کے کارنامے تاریخ کے صفحات میں بھرے پڑے ہیں؛ انہوں نے چند ہی برسوں میں دو عظیم ترین سلطنتوں، فارس اور روم، کو شکست دی۔ وہ مشرق و مغرب میں اپنی فتوحات جاری رکھتے رہے یہاں تک کہ اقوام نے ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اور بڑے بڑے عظیم لشکر بھی ان کے سامنے مغلوب ہو کر رہ گئے۔ بادشاہوں، شہنشاہوں اور حکمرانوں کے تاج ان کے قدموں میں آ گرے۔ یہی انجام امریکہ کا بھی ہو گا جو اللہ جَلَّ جَلَالُہُ کے اذن سے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور اپنی فوجی چھاؤنیاں بند کرنے اور بحرِ اوقیانوس کے پار اپنی افواج کو واپس بلانے پر مجبور ہو جائے گا، جبکہ وہ شکست اور ذلت و رسوائی کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ یوں ٹرمپ اور اس جیسے لوگ ذلیل و خوار ہوں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ**﴾ **"کہہ دو ان کافروں سے کہ تم ضرور مغلوب کیے جاؤ گے اور تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے"۔ (سورۃ آل عمران: 3:12)**

2- یہ بات درست ہے کہ ایران خلیج میں امریکی فوجی اڈوں پر حملے کر رہا ہے، اور یہ بھی سچ ہے کہ ایران نے یہودی وجود کے خلاف بھی اسی طرح کے حملے کئے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ان حملوں میں کافی حد تک قوت و طاقت کا عنصر

موجود ہے۔ تاہم، ایران کے حکمران اس وقت تک امریکہ کو شکست دے کر اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکتے، جب تک کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی مدد کرتے ہوئے اور اس کے احکامات نافذ کرتے ہوئے خلافت کو قائم نہ کر دیا جائے، اور یوں اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے اذن سے فتح حاصل ہو جائے گی۔ خلافت اپنے عدل و انصاف اور جہاد سے دنیا کو منور کر دے گی، اور اللہ اسے اپنی نصرت سے نوازے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ **"اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا" (سورۃ محمد: 47:7)**۔ تب خلافت امریکہ کو ایک کے بعد ایک ایسا سبق سکھائے گی کہ اس کی اصل حقیقت فاش ہو جائے گی۔ امریکہ اس وقت مسلمانوں سے ان کی اپنے علاقوں پر اور ان کے علاقوں کے اندر موجود فضائی اڈوں سے جنگ لڑ رہا ہے، اور وہ یہودی وجود پر ہونے والے حملوں کو روکنے کے لئے اپنے ایجنٹوں کا استعمال کر رہا ہے۔ خلافت ان ایجنٹوں کے مضبوط ٹھکانوں کو روند ڈالے گی اور انہیں ہر ممکن طریقے سے سخت شکست دے کر نکال باہر کرے گی، اور خلافت مسلمانوں کی عوام کو اپنے ساتھ شامل کر کے اپنی قوت میں اضافہ کرے گی، یہاں تک کہ وہ ایک زبردست سیلابی ریلا کی مانند بن جائے گی جو امریکہ کے ان اڈوں تک کو بہالے جائے گا جو مسلم ممالک سے باہر ہیں۔ پھر ایک عظیم سیلاب برپا ہو گا جو اپنی راہ میں آنے والے حکمرانوں کے تخت الٹ دے گا، فلسطین کو آزاد کرائے گا اور یہودی وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹادے گا۔ یہودی وجود فنا ہو جائے گا اور اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے اذن سے یہ حاصل کرنا بہت آسان ہے، اگرچہ بہت سے لوگ اسے محض ایک خواب سمجھتے ہیں۔ امتِ مسلمہ ایک طاقتور اور متحرک عقیدہ رکھتی ہے جو ایک عظیم دریا کی مانند ہے، اور یہ امت امریکہ اور یہود کے خلاف ان کے شدید اور وسیع مظالم کی وجہ سے گہرا غصہ اور نفرت رکھتی ہے۔ فتح کے یہ مناظر اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے اذن سے بالکل بھی دور نہیں ہیں، جب اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اپنی عظیم کامیابی عطا فرمادے گا۔ شاید اس کے بعد امتِ مسلمہ جو کچھ حاصل کرے گی اور میدانِ جنگ جو پکار پکار کر کہیں گے، وہ بیان سے بالاتر ہو گا۔ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے اس دنیا کے لئے اپنی سنت (اٹل قانون) قائم کر رکھی ہے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ **"اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے" (سورۃ الروم: 30:47)**

17 شوال، 1447ھ

بمطابق، 04 اپریل، 2026ء

فلسطین کے قیدیوں کی مدد کون کرے گا جبکہ ان کے لیے پھانسی کے پھندے نصب کر دیے گئے ہیں؟!

پیر، 30 مارچ 2026 کو یہودی وجود کی کنیسٹ (پارلیمنٹ) نے فلسطینی قیدیوں کو سزائے موت دینے کا قانون منظور کیا، جس کے بعد مجرم اتمار بن گویر اور اس کے ساتھیوں نے اس قانون کی خوشی میں شراب پی کر جشن منایا۔ یہ قانون قیدیوں کی ان تکالیف اور ہولناکیوں کے درمیان سامنے آیا ہے جو وہ اس مجرم وجود کی جیلوں میں تشدد، بھوک، سردی اور علاج سے محرومی کی صورت میں جھیل رہے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان جیلوں میں داخل ہونے والوں کو مردہ تصور کیا جاتا ہے اور وہاں سے رہا ہونے والوں کو دوبارہ جنم لینے والا سمجھا جاتا ہے۔

اس سفاکیت اور تکبر کے سامنے، ارضِ مبارک فلسطین میں حزب التحریر کے میڈیا آفس سے جاری کردہ ایک پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ: اس مجرم وجود کے جرائم غزہ، مغربی کنارے، لبنان، شام اور دیگر مقامات پر دور دور تک پھیل چکے ہیں۔ ان جرائم میں اب مسجدِ اقصیٰ کی تالہ بندی اور ایک ماہ سے زائد عرصے سے نمازیوں کو وہاں جانے سے روکنے کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اس طرح مسجدِ اقصیٰ ایک ایسی قیدی بن چکی ہے جسے مسمار اور شہید کرنے کی دھمکیاں دی جا

رہی ہیں، جیسا کہ یہودی وجود کے انتہا پسند دن رات اس کا اعلان کرتے ہیں۔ اور یوں، قیدی اور یہ مقدس مقام ان لوگوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں جو اہل ایمان کے ساتھ دشمنی میں سب سے زیادہ سخت ہیں!

بیان میں مزید اس بات پر زور دیا گیا کہ: قیدیوں اور مسجدِ اقصیٰ کو نہ تو مذمتی اور بیزاری کے بیانات بچا سکیں گے، اور نہ ہی علماء کی وہ اپیلیں جن میں مسلم دنیا کو مسجد کی مسماری یا قیدیوں کو تختہ دار پر چڑھائے جانے سے پہلے سڑکوں پر نکلنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ جرم کا آغاز سزائے موت کے حکم سے نہیں ہوا، بلکہ اس دن ہوا تھا جب یہودی وجود کو فلسطین کے کسی مسلمان کو قید کرنے کی اجازت دی گئی، اور مسلم دنیا کی افواج اسے چھڑانے کے لیے نہیں اٹھیں۔

(بیان میں) مزید کہا گیا: جرم کا آغاز اس دن نہیں ہوا تھا جب ان مجرموں نے مسجدِ اقصیٰ کو مسمار کرنے کی دھمکی دی تھی، اور نہ ہی اس دن جب انہوں نے نمازیوں کو نبی کریم ﷺ کے جائے اسراء (سفر معراج کی جگہ) تک رسائی سے روکا تھا۔ بلکہ اس کا آغاز تو اسی دن ہو گیا تھا جب اس وحشی وجود نے اس پر قبضہ کیا اور اس کی دیواروں پر اپنی زنجیریں ڈال دیں۔ اس کا آغاز اس دن ہوا جب ان محکوم حکومتوں نے پورے فلسطین اور اس کے ماتھے کے جھومر، مسجدِ اقصیٰ، کو یہودی وجود کے حوالے کرنے کی سازش کی، اور پھر اس کے ساتھ امن کی پکار بلند کی جبکہ وہ زمین پر غاصبانہ قابض تھا اور بے گناہ لوگوں کو قتل کر رہا تھا: اس نے مردوں اور عورتوں کو قید کیا اور اہل غزہ اور پورے فلسطین کے بہائے گئے خون کے سمندروں سے گزرتا رہا۔

پریس ریلیز میں اس بات کی بھی توثیق کی گئی کہ: یہودی وجود اور اس کے بدترین مجرم اس قدر حقیر اور چھوٹے ہیں کہ وہ مسجدِ اقصیٰ پر قابض رہ سکیں، جبکہ اللہ کا فیصلہ ہے:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ "ان پر ذلت اور محتاجی تھوپ دی گئی ہے" (سورۃ آلِ عمران: آیت 112)

اور اللہ کا حکم ہے: ﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ "یہ تمہیں معمولی اذیت کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور اگر یہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے، پھر انہیں کوئی مدد بھی نہیں ملے گی" (سورۃ آلِ عمران: آیت 111)

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ﴾ "اور تم یقیناً انہیں زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے" (سورۃ البقرہ: آیت 96)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا۔ ان لوگوں کے دعوے جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امت، اپنی افواج یا ان کے کچھ حصوں کے ساتھ، فلسطین کو اس کے سمندر سے لے کر دریا تک آزاد نہیں کرا سکتی اور دن کے کسی بھی ایک گھنٹے میں اس کے مقدس مقام کو یہودیوں کی ناپاکی سے پاک نہیں کر سکتی۔

پریس ریلیز میں سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا گیا: اگرچہ قیدیوں کو رہا کروانا امتِ مسلمہ اور اس کی افواج پر شرعی فرض ہے، لیکن انہیں سزائے موت سے بچانا، خاص طور پر جب ان کے لیے پھانسی کے تختے نصب کر دیے گئے ہوں، اس سے بھی زیادہ لازم اور ضروری ہے۔ جہاں سرزمینِ مبارک پر قبضے کے خلاف خاموش رہنا ایک جرم ہے، وہاں مسجدِ اقصیٰ کی تالہ بندی اور اسے مسمار کرنے کی دھمکیوں پر خاموش رہنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور جہاں فلسطین کو آزاد نہ کرانا ایک سنگین گناہ ہے، وہاں اسے اس وقت آزاد نہ کرانا جبکہ اس کے لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہو، مسجدِ اقصیٰ بند ہو اور اسے گرانے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہو، تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

پریس ریلیز کے اختتام پر ایک بار پھر اس بات پر زور دیا گیا کہ: آج امتِ مسلمہ کا فرض وہی ہے جو کل تھا: یعنی محض مذمت اور بیزاری کے بیانات نہیں بلکہ عملی اقدام کرنا۔ اپنی افواج کو ایمان کے جذبے سے سرشار کرنا، اللہ کی راہ میں جہاد کے شعلے روشن کرنا، اور اپنے حکمرانوں کے تختوں کو الٹ دینا۔ جبکہ اس کی منزل مسجدِ اقصیٰ ہو، اسے آزاد کراتے ہوئے اور اللہ کی بڑائی کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے:

﴿وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيراً﴾ "اور تاکہ وہ مسجد (اقصیٰ) میں اسی طرح داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر ان کا قابو چلے اسے پوری طرح تباہ کر دیں" (سورۃ الاسراء: آیت 7)

اس فرض میں کوتاہی پر مبنی کوئی بھی عمل اللہ، اس کے رسول، رسول اللہ ﷺ کے مقامِ اسراء (واقعہ معراج)، اور اہل فلسطین کے خون اور ان کے قیدیوں کے ساتھ خیانت ہے۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

غلط جگہ پر غیر جانبداری باطل کی حمایت اور حق کو چھوڑنے کے مترادف ہے

(الجزیرہ نیٹ)—ترک سرکاری ذرائع نے الجزیرہ عربی پر انکشاف کیا ہے کہ انقرہ مشرقِ وسطیٰ میں جاری جنگ کی کشیدگی کو کم کرنے اور اسے مزید پھیلنے سے روکنے کے لیے انتہائی شدید سفارتی کوششوں میں مصروف رہا ہے، اور امریکی مطالبات ایرانی حکام تک پہنچانے کے لیے ثالث کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ان ذرائع نے وضاحت کی کہ ایردوان اور ان کے وزیر خارجہ ہاکان فیدان نے تقریباً دس ممالک سے رابطے کیے تاکہ ٹرمپ کی جانب سے ایران کو آبنائے ہرمز کھولنے کے لیے دی گئی 48 گھنٹے کی مہلت میں توسیع کی کوشش کی جائے اور مذاکرات کے لیے کوئی بنیاد فراہم کی جا سکے۔

اخبار الرایۃ: اگر یہ تنازع دو مسلمان فریقوں کے درمیان ہوتا، تو ہم کہتے کہ اس صورت میں شرعی ذمہ داری ان کے درمیان صلح کرانا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان کی تعمیل میں:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾ "اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو" (سورۃ الحجرات: آیت 9)۔

تاہم، جب جارحیت صلیبی امریکہ اور اس یہودی وجود کی طرف سے ہو، جس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام (ارضِ مقدّس) کو غصب کر رکھا ہے، ایک مسلمان ملک کے خلاف، جبکہ کچھ مسلم حکمران امریکی فوجی اڈوں کی میزبانی کر رہے ہیں جہاں سے وہ ایران پر اپنے حملے کر رہا ہے، اور دیگر خود کو کافر امریکہ اور زیرِ عتاب مسلمان ملک کے درمیان ثالث کے طور پر پیش کر رہے ہیں، تو یہ خیانت کی انتہا ہے۔

شرعی حکم یہ ہے کہ تمام امریکی فوجی اڈوں کو نکال باہر کیا جائے، کیونکہ اسلام کافروں کو اہل ایمان پر کسی بھی قسم کا غلبہ یا اقتدار دینے سے منع کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً﴾ "اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر (غلبے کا) کوئی راستہ نہیں دے گا" (سورۃ النساء: آیت 141)۔

اسی طرح، مسلم افواج پر یہ شرعی فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں جہاں کہیں بھی ان پر حملہ کیا جائے۔ ایران سے پہلے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان اور پھر عراق پر حملہ کیا، اور یہودیوں نے غزہ میں نسل کشی کی جنگ برپا کی، لیکن اس سب کے باوجود مسلم افواج ان کی مدد کے لیے حرکت میں نہیں آئیں، جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ:

﴿وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ "اور اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد کرنا لازم ہے" (سورۃ الانفال: آیت 72)۔

لہٰذا، ہم مسلم افواج سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلامی نظامِ زندگی کی بحالی کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی حمایت کر کے اپنی شرعی ذمہ داری پوری کریں، ان غدار حکمرانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں جو مظلوم مسلمانوں کی مدد کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، ہماری سرزمینوں سے امریکی اڈوں کا خاتمہ کریں اور ان کا پیچھا ان کے اپنے ملکوں کے مرکز تک کریں، دنیا کو ان کے شر سے نجات دلائیں، یہودی وجود کا صفایا کریں، اور اسلام کو تمام انسانوں کے لیے ہدایت اور روشنی کے پیغام کے طور پر لے کر اٹھیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، چاہے مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ لگے" (سورۃ التوبہ: آیت 33)

ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ میں شرکت سے یورپ کا انکار

تحریر: استاد سالم ابو سبیتان

(ترجمہ)

ایران کے خلاف اپنی جنگ میں امریکہ کا ساتھ دینے سے انکار کرنے والے یورپی موقف کی باریکیوں اور پیچیدگیوں میں جانے سے پہلے، تھوڑا پیچھے مڑ کر دیکھنا ضروری ہے، تاکہ صورتحال کو "ٹرمپ ڈاکٹرائن" (Trump doctrine) کے تناظر میں سمجھا جا سکے، جس نے امریکی خارجہ پالیسی کے تصور کو ایک نئی شکل دے دی ہے۔ صدر ٹرمپ کے بیانات محض انتخابی مہم کے نعرے نہیں تھے، بلکہ وہ حریفوں اور اتحادیوں دونوں کے لیے واضح اور سخت پیغامات تھے۔ معاشی اور جغرافیائی غلبے کی بے لگام خواہشات اس وقت سطح پر آ گئیں، جب غزہ کو بڑے تفریحی اور معاشی منصوبوں میں تبدیل کرنے کے لیے اس پر قبضے کے اشاروں سے لے کر، کینیڈا کو اکیاونویں امریکی ریاست کے طور پر ضم کرنے یا گرین لینڈ کو خریدنے جیسے اَن سنے اور اچھوتے خیالات پیش کیے گئے۔

یہ عزائم محض جغرافیائی توسیع کے بارے میں نہیں تھے، بلکہ یہ یورپی خود مختاری کے عین قلب پر ایک کاری ضرب تھے، کیونکہ کینیڈا اور گرین لینڈ انتظامی اور جغرافیائی سیاسی (Geopolitical) طور پر یورپی حلقہ اثر سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نیٹو (NATO) سے نکلنے کی واضح دھمکیاں بھی دی گئیں، جس کے بارے میں امریکہ کا خیال ہے کہ اس سے صرف یورپ ہی فائدہ اٹھا رہا ہے، جبکہ دوسری جانب یوکرین پر فوجی امداد فراہم کرنے یا اس کے نایاب زمینی عناصر (REEs) پر کنٹرول حاصل کرنے کے بدلے بھاری رقوم مسلط کی گئیں۔ معاشی بلیک میلنگ اور 200 فیصد سے زائد ٹیرف (محصولات) کے نفاذ پر مبنی اس طرز عمل نے عالمی رہنماؤں، بالخصوص برطانیہ جیسے روایتی اتحادیوں میں حقارت اور شدید ناراضگی پیدا کی، جنہوں نے خود کو ایک ایسی انتظامیہ کے سامنے پایا جو اَن دیکھے تکبر اور غرور کے ساتھ کام کر رہی تھی، جبکہ دوسری طرف یہودی وجود (اسرائیل) امریکہ کا وہ لاڈلا بچہ بن گیا جس کے ہر مطالبے کو بلا چوں و چرا پورا کیا گیا۔

ٹرمپ کے دور میں امریکی تکبر تاریخ کی ایسی بلندیوں تک جا پہنچا جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی، جس نے ریاست کو ایک ایسی بین الاقوامی کارپوریشن (transnational corporation) سے مشابہہ بنا دیا جو بین الاقوامی قوانین اور سفارتی آداب سے قطع نظر عالمی ضابطہ اخلاق طے کرتی ہے، اور یوں اس نے دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم ہونے والے بین الاقوامی نظام کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ غزہ میں 700 دن جاری رہنے والی جنگ کے بعد، ٹرمپ نے اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل کے متبادل کے طور پر ایک عالمی "امن بورڈ" (Board of Peace) کے قیام کا اعلان کیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ ادارے اپنا تاریخی مقصد پورا کر چکے ہیں۔

تاہم، ٹرمپ یہیں نہیں رکا۔ یہ تسلط "مونرو ڈاکٹرائن" (Monroe Doctrine) کی ایک انتہاپسندانہ شکل تک پھیل گیا، جس نے بحر اوقیانوس کے پار سے براعظم امریکہ کے معاملات میں کسی بھی بین الاقوامی مداخلت کو ممنوع قرار دے دیا۔ اس کا اظہار وینزویلا کی ناکہ بندی، اس کے صدر مادورو کے خلاف کارروائیوں، اور وینزویلا کے تیل کی ترسیل پر مکمل کنٹرول کی صورت میں ہوا۔ ان اقدامات نے مشرق وسطیٰ میں ایک بڑے حملے کی راہ ہموار کر دی: یعنی ایران پر حملہ۔

امریکی منصوبہ "چار روزہ" حکمت عملی پر مبنی تھا: ایک ایسا برق رفتار حملہ جس کے ذریعے سپریم لیڈر سمیت ایران کی اعلیٰ ترین قیادت کو ختم کر دیا جاتا، جس کا مقصد ایران کو محض 96 گھنٹوں کے اندر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا تھا۔ اس کا مقصد تیل، گیس اور نایاب زمینی عناصر (REEs) کے وسیع ذخائر پر قبضہ کر کے، اور عالمی تجارت کی شہ رگ قرار دی جانے

والی آبنائے اور آبی گزرگاہوں پر کنٹرول حاصل کرکے "امریکہ فرسٹ" (America First) کے ہدف کو حاصل کرنا تھا۔ اس میں امریکی کامیابی کا مطلب ہنری کسنجر اور زبگنیو برزینسکی کی اس پیش گوئی کو پورا کرنا ہوتا کہ جو مشرق وسطیٰ کو کنٹرول کرتا ہے، وہی دنیا پر حکمرانی کرتا ہے اور بغیر کسی حریف کے واحد عالمی رہنما بن جاتا ہے۔

تاہم، دہائیوں کی مشق اور انتہائی مہارت سے تیار کردہ اور عمل میں لائی گئی حکمت عملیاں بھی، بے پناہ طاقت کے حامل ہونے کے تکبر کی وجہ سے، غیر متوقع پہلوؤں کو نظر انداز کر سکتی ہیں۔ امریکہ نے اپنے حریف کو غیر مستحکم اور مفلوج کرنے کے لیے "پیشگی حملے" (preemptive strike) کی حکمت عملی اپنائی، لیکن ایران ابتدائی حملے کے سامنے مغلوب نہ ہوا۔ اس کے بجائے، اس نے بیلسٹک اور ہائپرسونک میزائلوں کا استعمال کرتے ہوئے ایک تیز رفتار اور طاقتور جوابی کارروائی کی، جس نے امریکی اڈوں کو مفلوج کر دیا اور ان میں سے بہت سے اڈوں کو ناکارہ بنا دیا۔ اس نے امریکہ کے پسندیدہ اتحادی، یہودی وجود (اسرائیل) کو بھی زبردست نقصان اور تباہی سے دوچار کیا۔

یہاں ہم یہ سوال کرتے ہیں: یورپ نے اس جنگ میں شرکت سے کیوں انکار کیا؟ یورپی دارالحکومت، بیجنگ اور ماسکو کے ہمراہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں امریکہ کی کامیابی یورپ کو مستقل طور پر امریکی اثر و رسوخ کے تابع کر دے گی۔ ان ممالک نے اس اندھی غلامی اور ان وسیع تر اتحادوں سے چھٹکارا پانے کی ضرورت محسوس کی، جنہوں نے انہیں نقصانات کے سوا کچھ نہیں دیا تھا۔

یورپ نے نیٹو (NATO) معاہدے کا سہارا لیا، جو اپنے کسی بھی رکن پر حملے کی صورت میں اجتماعی دفاع کی شرط رکھتا ہے، اور یہ شق ایران کے خلاف امریکہ اور یہودی وجود کی طرف سے کیے گئے ابتدائی حملے پر لاگو نہیں ہوتی تھی۔ درحقیقت، یورپی انٹیلی جنس رپورٹس نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ ایران کی طرف سے کوئی ایسا براہ راست وجودی خطرہ لاحق نہیں تھا جو ایک بھرپور جنگ کا تقاضا کرتا ہو۔ یورپی ناراضگی میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب امریکہ نے یوکرین کے بحران میں انہیں تنہا چھوڑ دیا، جہاں یورپ کو جنگ کے کمر توڑ اخراجات خود برداشت کرنا پڑے۔ مزید برآں، امریکہ نے روسی گیس کی فراہمی میں اس تعطل کا فائدہ اٹھایا جس کو پیدا کرنے میں اس نے خود مدد کی تھی، تاکہ وہ یورپی ممالک کو انتہائی مہنگی قیمتوں پر امریکی گیس فروخت کر سکے۔

اسی کے نتیجے میں، امریکہ کی یکطرفہ پسندی کو روکنے کے لیے دیگر بڑی طاقتوں یعنی یورپ، روس اور چین کے درمیان ایک غیر اعلانیہ اتحاد سامنے آیا۔ یہ اتحاد ایران کے لیے کسی ہمدردی کے باعث نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد امریکہ کو اس

کے اپنے فیصلوں کے تلخ نتائج اکیلے بھگتنے پر مجبور کرنا تھا۔ اس کے باوجود، ایک پیچیدہ جغرافیائی سیاسی حقیقت اپنی جگہ موجود ہے: یہ طاقتیں نہیں چاہتیں کہ امریکہ مکمل طور پر زمین بوس ہو جائے یا اسے ایسی عبرتناک شکست کا سامنا کرنا پڑے جو اس کے خاتمے کا سبب بنے، کیونکہ اس کے نتیجے میں ایک ایسا عظیم سیاسی اور حفاظتی خلا پیدا ہو گا جسے کوئی بھی موجودہ طاقت پُر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

یورپ کو خدشہ ہے کہ امریکہ کی عبرتناک شکست اسے اپنی جغرافیائی سرحدوں کے اندر سمٹنے پر مجبور کر دے گی، جس کے نتیجے میں دنیا اور بالخصوص مشرقِ وسطیٰ "تخلیقی افراتفری" اور جنگل کے قانون کی بھینٹ چڑھ جائے گا، جہاں نظم و ضبط برقرار رکھنے کے لیے کسی قابلِ عمل متبادل کے ظہور سے پہلے ہی "عالمی پولیس مین" کا کردار ختم ہو چکا ہو گا۔ وہ ایک ایسا امریکہ چاہتے ہیں جو ایک شراکت دار ہو نہ کہ ایک تسلط پسند طاقت؛ ایک ایسی متحرک ریاست جو اجتماعی مفادات کا احترام کرے، نہ کہ ایک نجی کارپوریشن جو محض وسائل کی لوٹ مار میں مصروف ہو۔

ایران کی پامردی اور دنیا کی نظروں میں امریکہ کے گھٹتے ہوئے وقار نے ایک عرصہ دراز سے پوشیدہ اس سچائی کو عیاں کر دیا ہے کہ وہ طاقت جسے کبھی ناقابلِ تسخیر قوت سمجھا جاتا تھا، حقیقت میں ایک ایسی طاقت ہے جسے پختہ عزم و ارادے سے پاش پاش کیا جا سکتا ہے۔ یہ صورتحال امتِ مسلمہ کو اس کی تاریخی ذمہ داری کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے۔ حریف طاقتوں کی رسہ کشی سے پیدا ہونے والے جغرافیائی سیاسی خلاء، اور بڑے عالمی کھلاڑیوں یعنی یورپ، روس اور چین کی جانب سے عدل و انصاف پر مبنی کسی متبادل منصوبے کی پیش کش میں ناکامی نے، نظریاتی اسلامی منصوبے کے لیے راہیں ہموار کر دی ہیں۔

یہ ایک ایسی مثالی ریاست کو متعارف کرانے کا بہترین موقع ہے جو الٰہی انصاف پر مبنی ہو اور محدود ذاتی مفادات کی آمیزش سے پاک ہو، تاکہ وہ اقتدار کے تکبر اور مفادات کی جنگ سے پیدا ہونے والی افراتفری کے درمیان لڑکھڑاتی ہوئی دنیا کے لیے ایک متبادل کے طور پر سامنے آ سکے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ ظلم پر مبنی تخت و تاج بالآخر زوال پذیر ہوتے ہیں، اور فتح و نصرت کا وعدہ اس امر سے وابستہ ہے کہ امت اپنے اصل مقصد پر کس حد تک ثابت قدم رہتی ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ "اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوطی عطا کرے گا"۔ (سورہ محمد: آیت 7)

افغانستان اور پاکستان کے درمیان تنازع: استعماری قوم پرستانہ سرحدیں اور نہ مٹنے والے زخم

تحریر: استاد یاسین بن یحیٰ

(ترجمہ)

ایک ایسے خطے میں جو تاریخی انقلابات کی گونج میں جی رہا ہے، افغانستان اور پاکستان ایک سرحدی کشمکش میں الجھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ایسی سرحد ہے جو وہاں کے عوام کی مرضی سے نہیں کھینچی گئی، بلکہ برطانوی استعمار نے روس کے ساتھ اپنی دشمنی کے عروج کے دور میں زبردستی مسلط کی تھی۔ ڈیورنڈ لائن، جس کی حد بندی 1893 میں کی گئی تھی، کبھی محض ایک جغرافیائی لکیر نہیں تھی، بلکہ یہ پشتون قبائل کے وجود کے عین وسط سے گزرتی ہوئی ایک گہری دراڑ تھی۔ یہ لکیر ایک ایسے تنازع کا گہوارہ ہے جس کی آگ 1947 میں پاکستان کے قیام کے وقت سے مسلسل بھڑک رہی ہے۔ آج، 2021 میں افغانستان میں طالبان کی دوبارہ اقتدار میں واپسی کے ساتھ، یہ تنازع ایک نئے موڑ پر پہنچ گیا ہے۔ دونوں

ریاستوں کے درمیان کشیدگی اب محض ایک سرحدی تنازع نہیں رہی، بلکہ ایک پیچیدہ جدوجہد کی شکل اختیار کر چکی ہے، جو استعماری باقیات، علاقائی دشمنیوں اور ایشیا کے قلب میں اثر ورسوخ حاصل کرنے کے مقابلے کا مجموعہ ہے۔

برطانوی وراثت: ڈیورنڈ لائن کے تنازع کی جڑیں

افغانستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی کو اس کے اصل ماخذ یعنی ڈیورنڈ لائن تک پہنچے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ یہ وہ سرحد ہے جسے برطانیہ نے برطانوی ہند اور افغانستان میں اپنے دائرہ اثر کی حدود طے کرنے کے لیے کھینچا تھا۔ مسئلے کی اصل جڑ اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ اس لکیر نے سرحد کے دونوں طرف آباد پشتون قبائل کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، جس کے نتیجے میں افغانستان نے آج تک اس سرحد کو باضابطہ طور پر تسلیم کرنے سے انکار کیا ہوا ہے، جبکہ پاکستان اسے ایک مستحکم بین الاقوامی سرحد سمجھتا ہے جس پر اس کی اپنی خودمختاری کا دارومدار ہے۔ افغانستان کے اس مسلسل انکار نے کسی بھی سرحدی جھڑپ کو، خاص طور پر طورخم جیسی گزرگاہوں پر، محض باڑ لگانے کے تنازع کے بجائے خود قانونی حیثیت اور جوازیت کے تصادم میں بدل دیا ہے۔ پاکستان کو برطانیہ سے 'ریاستی جانشینی' کا نظریہ وراثت میں ملا، جس کی بنا پر وہ ڈیورنڈ لائن کو بین الاقوامی قانون کا ایک لازمی حصہ قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس، افغانستان اپنا بیانیہ اس بنیاد پر استوار کرتا ہے کہ یہ معاہدہ استعماری طاقت کے عدم توازن کے تناظر میں مسلط کیا گیا تھا اور اس وجہ سے، یہ ریاست کے لیے قابلِ پابندی نہیں ہے۔

سرد جنگ سے طالبان تک: تبدیلیوں کی دہائیاں

1970 کی دہائی میں ایک اہم تبدیلی اس وقت آئی جب افغان صدر محمد داؤد خان نے "پختونستان" کے نظریے کو اپنایا اور پاکستان کے اندر علیحدگی پسند تحریکوں کی حمایت شروع کی۔ اسلام آباد نے اس کا جواب افغان اسلامی اپوزیشن کی پشت پناہی سے دیا، جس سے ایک ایسے مرحلے کا آغاز ہوا جس میں افغانستان کے خلاف "اسلام پسند کارڈ" استعمال کیا گیا۔ تاہم، سب سے بڑا موڑ 1979 میں افغانستان پر سوویت یونین کی جارحیت کی صورت میں آیا۔ امریکہ اور سعودی عرب کی مدد سے پاکستان مجاہدین کے لیے ایک عقبی اڈے میں تبدیل ہو گیا۔ یہ ایک ایسی پیش رفت تھی جس کے نتیجے میں ایک بین الاقوامی جہادی نیٹ ورک کا ظہور ہوا اور افغانستان کے اندر پاکستانی انٹیلی جنس کا اثر ورسوخ مستحکم ہوا۔

1990 کی دہائی میں، 1994 میں تحریکِ طالبان ابھری جسے پاکستان کی حمایت حاصل تھی۔ پاکستان اسے افغانستان میں استحکام لانے اور بھارت کے خلاف "سٹریٹیجک گہرائی" (اسٹریٹجک ڈیپتھ) حاصل کرنے کے ایک ذریعے کے طور پر

دیکھتا تھا۔ 11 ستمبر 2001 کے حملوں کے بعد صورتحال بدل گئی۔ امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور طالبان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد پاکستان خود کو ایک پیچیدہ کشمکش میں گھرا ہوا پایا۔ وہ سرکاری طور پر تو امریکہ کا اتحادی تھا لیکن ساتھ ہی اس پر طالبان کو پناہ دینے کے الزامات بھی لگتے رہے۔ نتیجے کے طور پر، اس نے "ڈبل گیم" (دوغلی پالیسی) اختیار کی، جس میں بظاہر تو "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کی حمایت کی جاتی رہی، لیکن پسِ پردہ طالبان کے اندر اپنا اثر ورسوخ برقرار رکھا گیا۔

طالبان کی واپسی: ایک نیا تنازع اور پاکستانی بالادستی کا انکار

2021 میں افغانستان سے امریکی انخلاء اور طالبان کے دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کے بعد، پاکستان کو تعلقات میں بہتری کی امید تھی۔ مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس نکلی۔ طالبان حکومت نے تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے خلاف کارروائی سے انکار کر دیا، جو پاکستان کے اندر حملے کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ڈیورنڈ لائن کے گرد متنازع بحث ایک بار پھر شدت کے ساتھ ابھری اور سرحد پر بار بار جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلی بار خود طالبان حکومت پاکستان کے ساتھ براہِ راست محاذ آرائی میں آ گئی ہے، جس کے بعد اب اسلام آباد اس قابل نہیں رہا کہ وہ ماضی کی طرح افغان قیادت پر اپنی مرضی مسلط کر سکے۔

یہ پیش رفت ایک گہری اسٹریٹجک تبدیلی کی عکاسی کرتی ہے۔ پاکستان، جو کبھی افغانستان کو اپنی "سٹریٹیجک گہرائی" کا ایک اہم حصہ سمجھتا تھا، اب اسے غیر محفوظ سرحد کا فائدہ اٹھانے والے مسلح گروہوں کی صورت میں بڑھتے ہوئے اندرونی سیکیورٹی خطرات کا سامنا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب وہ دم گھونٹتے معاشی بحران اور فوجی قوت کی مسلسل کمی اور تھکاوٹ (attrition) کا شکار ہے۔ دوسری طرف افغانستان اب اپنی حکومت کو مستحکم کرنے اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیے جانے پر توجہ مرکوز کر رہا ہے اور وہ کسی بھی قسم کی پاکستانی بالادستی کو سختی سے مسترد کرتا ہے۔

افغان-پاکستان تنازع: علاقائی اور بین الاقوامی دشمنی کا اکھاڑہ

افغانستان اور پاکستان کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ اب محض دو طرفہ معاملہ نہیں رہا۔ بلکہ، یہ بڑی عالمی اور علاقائی طاقتوں کے درمیان دشمنی کے وسیع تر فریم ورک (ڈھانچے) کا حصہ بن چکا ہے۔ مثال کے طور پر، چین پاکستان کو ایک سٹریٹیجک اتحادی کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کے استحکام کو اولین ترجیح دیتا ہے، جو چین-پاکستان اقتصادی راہداری (سی

پیک) منصوبے کے ساتھ ساتھ مشرقی ترکستان میں اس کے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ نتیجے کے طور پر، بیجنگ سرحد کو محفوظ بنانے کے لیے طالبان حکومت پر خاموشی سے دباؤ ڈال رہا ہے، اگرچہ وہ انتہائی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کے برعکس، بھارت افغانستان میں پاکستان کے اثر ورسوخ کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ ایک ایسا ہدف ہے جسے اس نے پچھلی افغان حکومتوں کی حمایت اور ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ طالبان کے دوبارہ برسرِ اقتدار آنے کے بعد بھی، بھارت نے پاکستان کی جانب سے عائد کردہ جغرافیائی اور سیاسی محاصرے کو توڑنے کی کوشش میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امداد فراہم کرنے کے لیے رابطے کے ذرائع کھولے ہیں۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے، تو اپنی فوجی واپسی کے باوجود وہ انٹیلی جنس کی اہم صلاحیتیں برقرار رکھے ہوئے ہے اور پاکستان کو ایک بالواسطہ ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے صورتحال کی کڑی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد افغانستان کو دوبارہ ان گروہوں کے لیے محفوظ پناہ گاہ بننے سے روکنا ہے جنہیں انتہاپسند سمجھا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ خطے میں چینی اثر و رسوخ کو متوازن کرنا ہے۔ روس نے اپنی طرف سے، اور افغانستان کے ساتھ اپنے تاریخی معاندانہ تعلقات کے باوجود، طالبان حکومت کے ساتھ روابط کے ذرائع قائم کیے ہیں۔ چین اور ایران کے ساتھ ایک ہی محور میں کام کرتے ہوئے، ماسکو کا مقصد امریکی بالادستی سے آزاد ایک متبادل علاقائی نظام تشکیل دینا ہے، جس میں خاص توجہ اس بات پر ہے کہ سیکیورٹی کے خطرات وسطی ایشیائی خطے تک نہ پھیلیں۔

حاصلِ کلام

افغان-پاکستان تنازع کی بنیاد میں محض کوئی عارضی قوم پرستانہ سرحدی جھگڑا ہی نہیں چھپا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی پیچیدہ کشمکش ہے جس میں ایک غیر حل شدہ استعماری وراثت، سرحدوں سے ماورا قبائلی شناخت اور ایشیا کے قلب میں غلبہ پانے کے لیے کوشاں علاقائی اور عالمی طاقتوں کے درمیان اثر ورسوخ کی جنگ شامل ہے۔ پاکستان، جس نے ایک طویل عرصے تک اپنی 'سٹریٹیجک گہرائی' (اسٹریٹجک ڈیپتھ) کا دارومدار افغانستان پر رکھا، اب ایک ایسے اندرونی خطرے کا سامنا کر رہا ہے جو اس کے وسائل کو نچوڑ رہا ہے، جبکہ طالبان خطروں سے بھرے علاقائی ماحول میں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ اس بدلتی صورتحال کے بیچ، چین اپنی سرمایہ کاری کے تحفظ کے لیے خاموشی سے سرگرم ہے۔ بھارت اپنے دشمن کے گھیراؤ کے لیے صبر و تحمل سے کام لے رہا ہے۔ اور امریکہ اور روس چوکسی اور بے چینی کے ساتھ اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور مسلسل سازشوں میں مصروف ہیں۔

آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض سرحدی جھڑپوں کا سلسلہ نہیں ہے، بلکہ ایک قدیم تنازع کا ایک نیا باب ہے، جس میں دونوں فریق ایک غیر اعلانیہ اتحاد سے نکل کر کھلی سیکیورٹی دشمنی میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ داستان ان بھائیوں کے درمیان جنگوں سے نہ تو ختم ہو گی اور نہ ہی حل ہو گی۔ بلکہ، یہ ایک ایسی آماجگاہ کے طور پر باقی رہے گا جہاں سے استعمار پھلتا پھولتا رہے گا۔ کیونکہ ایک صدی سے بھی زیادہ عرصہ قبل کھینچی گئی استعماری قوم پرستانہ سرحدیں ایک ایسے زخم کی واضح دلیل ہیں جو نہیں بھر سکتا، سوائے اسلام پر مبنی ایک نظریاتی ریاست کے قیام کے۔ ایسی ریاست استعمار کو اس کے تمام فکری، سیاسی اور قانونی مظاہر سمیت جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی، اور ایک ایسا نظام قائم کرے گی جو امتِ مسلمہ کو متحد کر دے، اور فرقہ واریت، قبیلہ پرستی، قوم پرستی اور جاہلیت کے ہر دوسرے زہریلے بندھن سے تمام تعلقات کو توڑ دے گی۔ یہ منہجِ نبوت پر ایک خلافتِ راشدہ ہو گی، ایسی ریاست جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات مکمل طور پر نافذ العمل ہوں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو، اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا، اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔" (سورہ آلِ عمران: آیت 103)

سوڈانی حکومت کی بے حسی: صورتحال کی پرواکیے بغیر بے گھر افراد پر ٹیکسوں کا نفاذ!

وزیر اعظم کامل ادریس نے گزرگاہوں پر کسی بھی قسم کی نئی فیس یا ٹیکس نہ لگانے کی ہدایت دی ہے، اور انہوں نے وزارتِ خزانہ، کسٹمز، ٹیکس، ریاستوں اور گزرگاہوں کی انتظامیہ کی صورت میں نمائندگی کرنے والے سرکاری اداروں کو اس ہدایت پر فوری عمل درآمد کا حکم دیا ہے۔ وزیر اعظم کی جانب سے یہ ہدایت "ارقین" گزرگاہ کے بحران کے پس منظر میں سامنے آئی ہے، جہاں ٹیکسوں میں اضافہ ایک بس پر 13 لاکھ 50 ہزار پاؤنڈ تک پہنچ گیا تھا!! اس صورتحال کی وجہ سے بس ڈرائیوروں نے ہڑتال کر دی، جس کے نتیجے میں سینکڑوں گاڑیوں کا تانتا بندھ گیا اور مصر سے سوڈان واپس آنے والے بے گھر افراد کے سفر میں خلل پیدا ہوا۔

اس کے جواب میں، ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے سرکاری ترجمان استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل) نے ایک پریس ریلیز میں کہا: "وہ سوال جو وزیر اعظم اور ان کی حکومت سے پوچھا جانا چاہیے وہ یہ ہے کہ اصولی طور پر گزرگاہوں پر

ٹیکس اور فیسیں عائد ہی کیوں کی گئی ہیں کہ اب وزیر اعظم مزید نئی فیسیں یا ٹیکس نہ لگانے کی ہدایت دے رہے ہیں؟ اور گاڑیوں یا ان کے مسافروں سے یہ رقم وصول کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟!"

یقیناً اسلام نے وہ شرعی احکامات متعین کیے ہیں جن کے ذریعے ریاست اپنی رعایا سے مال لیتی ہے اور اسے خرچ کرنے کے مصارف بھی طے کیے ہیں، لیکن سوڈان میں نافذ العمل ٹیکس کا نظام مغربی سرمایہ دارانہ بنیادوں پر مبنی ہے۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، تو ریاست کے لیے کسی بھی شخص سے اس کی دلی رضامندی کے بغیر مال لینا جائز نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا»

"بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر (ایک دوسرے کے لیے) اسی طرح حرام (مقدس) ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں ہے"۔

پھر گاڑیوں کے مالکان پر ٹیکس اور فیسیں عائد کرنا فطری طور پر ٹکٹ کی قیمتوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے جو ایک عام شخص ادا کرتا ہے۔ یعنی اشیاء اور خدمات پر عائد کیے جانے والے تمام بالواسطہ (ان ڈائریکٹ) ٹیکس ان کی قیمتوں میں اضافے کا سبب بنتے ہیں، اور یہ شرعاً حرام ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ دَخَلَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَسْعَارِ الْمُسْلِمِينَ لِيُغَلِّيَهُ عَلَيْهِمْ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُقْعِدَهُ بِعُظْمٍ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

"جو شخص مسلمانوں کی قیمتوں کے کسی معاملے میں اس لیے مداخلت کرے کہ اسے ان کے لیے مہنگا کر دے، تو اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن آگ کی ایک (بڑی) ہڈی پر بٹھائے"۔

یہودی وجود امریکہ کی جیب میں چھپے ہوئے ایک حقیر چوہے کے سوا کچھ نہیں

اس ذلیل وجود کے تکبر کے سامنے اپنی افواج کی غداریوں سے امت اب تھک چکی ہے۔ یہ امریکہ کی جیب میں چھپے ہوئے ایک بزدل چوہے کے سوا کچھ نہیں، جو صرف امتِ مسلمہ کی پلیٹ سے نوالہ چرانے کے لیے باہر جھانکتا ہے۔ جب اس کا سامنا کیا جائے تو یہ چھپ جاتا ہے اور اس کی چیخیں بلند ہو جاتی ہیں۔

یہ اس امت کو زیب نہیں دیتا جس کے بیٹوں کے نام حمزہ، عمر، علی، خالد اور عبیدہ ہیں، اور جنہیں صلاح الدین، محمد فاتح اور قطز کی مہمات کا سبق پڑھایا گیا تھا، جنہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کا سامنا کیا اور انہیں خاک میں ملا دیا، کہ وہ ایسی توہین پر خاموش رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امت کی رائے عامہ ہر روز افواج کو پکارتی ہے کہ: تم کہاں ہو؟ تم کہاں ہو جبکہ تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور تمہارے کان سن رہے ہیں؟ خون، زمین اور مال و دولت کے معاملے میں اب بہت غفلت ہو چکی۔

یہ تکبر، غرور اور فساد کا معاملہ ہے، جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ان ارشادات کے عین مطابق ہے:

﴿وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّاً كَبِيراً﴾ "اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبار فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی دکھاؤ گے" (سورۃ الاسراء: آیت 4)۔

وہ ان بے بس قیدیوں پر اپنی طاقت آزماتے ہیں جن کے پاس کوئی اختیار نہیں، یہاں تک کہ وہ بین الاقوامی اصولوں کی بھی خلاف ورزی کرتے ہیں:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ "یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا کہ ان امیوں (غیر یہودیوں) کے معاملے میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ہے، اور وہ جانتے بوجھتے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں" (سورۃ آلِ عمران: آیت 75)۔

وہ فساد اور شرارت جس تک یہودی وجود پہنچ چکا ہے اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہی۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں سمیت دنیا بھر کی قوموں نے اس کا ادراک کر لیا ہے اور اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے جب بہت جلد امت کے ساتھ اگلا ٹکراؤ ہو گا، تو یہ صورتحال ان کے وجود کو کسی حمایتی یا محافظ کے بغیر چھوڑ دے گی۔

پس اے امت کی افواج میں موجود مخلص لوگو! امت کے اقتدار کی بحالی کے لیے جلدی کرو تا کہ وہ اپنے خلیفہ راشد کی قیادت میں ارضِ مبارک فلسطین کی طرف پیش قدمی کرے، اسے آزاد کرائے اور دنیا کو یہودیوں کے شر سے نجات دلائے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ فِي هَذَا لَبَلَاغاً لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ﴾ "بیشک اس (قرآن) میں عبادت گزار لوگوں کے لیے ایک بڑا پیغام ہے" (سورۃ الانبیاء: آیت 106)

صرف اسلامی نظام ہی انسانیت کو سرمایہ داریت کے لالچ سے نجات دلا سکتا ہے

اسلامی آئیڈیالوجی (مبدا) ایک الہی آئیڈیالوجی ہے جو کسی بھی چیز کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ انسان کو اس کی انسانیت سے محروم کر دے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کے تحت زندگی گزارنے کی ضمانت دیتا ہے، جس سے عدل، نور اور فلاح حاصل ہوتی ہے، اور انسانی حقوق کا تحفظ ہوتا ہے جن میں جینے کے حق سے لے کر تجسس (جاسوسی) نہ کیے جانے کے حق سمیت بہت سے دوسرے حقوق شامل ہیں۔

اسلامی نظام ہی وہ واحد نظام ہے جو انسانیت کو سرمایہ داری کے لالچ اور بداخلاقی سے نجات دلانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم علاقوں، دعوت کے علمبرداروں اور اسلامی زندگی کی بحالی کے لیے جدوجہد کرنے والوں پر شدید حملے کیے جا رہے ہیں۔ کفار جانتے ہیں کہ جس لمحے اس ریاست کا ظہور ہوا اور اس کے قیام کا اعلان ہوا، اس ریاست کے ہاتھوں ان کی تباہی کی الٹی گنتی شروع ہو جائے گی، ایسی تباہی جس سے واپسی ممکن نہیں۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی عوام (موجودہ حالات سے) بیزار ہو کر حرکت میں آتے ہیں، وہ مسلسل ان کی سمت بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک ایسی جماعت موجود ہے جو امت کے فیصلہ کن مسائل کا علم اٹھائے ہوئے ہے، جن میں سب سے اہم نبوت کے طریقے پر دوسری خلافتِ راشدہ کا قیام ہے، جس کی بشارت رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔

حزب التحریر نے، اپنے قیام کے وقت سے ہی اپنے بانی محترم الازہری مجتہدِ مطلق شیخ تقی الدین النبہانی (رحمہ اللہ) اور ان کے پیروکاروں کی گہری بصیرت کے ساتھ، قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی پر مبنی امت کے لیے ایک مکمل اور جامع منصوبہ تیار کر رکھا ہے۔ اس نے اعلیٰ پائے کے ایسے مرد و خواتین کی تربیت کی ہے جو امت کو ساحلِ نجات تک پہنچانے، اسلامی طرزِ زندگی کی بحالی، اسلام کے نور اور عدل کو پھیلانے، اور لوگوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر تمام انسانوں کے رب، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی طرف، اور سرمایہ داری کے ظلم و ناانصافی سے نکال کر اسلام کے عدل اور نور کی طرف لانے میں مدد کریں گے۔

ایران کے خلاف جنگ میں امریکہ کی مشکل، اور رسوا ریاستوں کے شرمناک موقف

تحریر: استاد احمد القصص

(ترجمہ)

جب گزشتہ فروری کے آخر میں امریکہ اور یہودی وجود (اسرائیل) نے ایران پر اپنی دوسری جنگ شروع کی، تو امریکہ کا مقصد ایک مختصر مدت کی لڑائی کے ذریعے ایرانی نظام کو مغلوب کرنا تھا، تاکہ ایران کو امریکی مدار میں گھومنے والی ریاست سے بدل کر ایک ایسی تابع ریاست بنا دیا جائے جو اس کے مفادات کی خدمت کرے اور مشرقِ وسطیٰ کے لیے اس کے منصوبوں سے ہم آہنگ ہو، یا کم از کم خطے میں اس کے پھیلے ہوئے بازوؤں اور انگلیوں کو کاٹ دیا جائے اور اس کی عسکری طاقت کے ان اجزاء کو ختم کر دیا جائے جو وہاں امریکی موجودگی کے لیے خطرہ ہیں، اور ساتھ ہی یہودی وجود کے لیے بھی ہر لمحہ ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ پورے ایرانی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اس کا مقصد نہیں ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کوئی متبادل سیاسی قوت ملک پر حکومت کرنے کی اہل نہیں ہے۔ چنانچہ، مختلف نسلی، قومی اور فرقہ وارانہ اجزاء

پر مشتمل ریاست میں نظام کا گرنا، جہاں علیحدگی پسندی کے جذبات موجود ہیں، ایسی افراتفری کا باعث بنے گا جو نہ تو امریکہ کے مفاد میں ہے اور نہ ہی کسی بڑی طاقت یا ایران کے پڑوسی ممالک کے حق میں ہے۔

امریکہ نے یہ جنگ نظام کے اعلیٰ ترین رہنماؤں اور فوجی کمانڈروں کو بڑے پیمانے پر، اچانک اور حیران کن انداز میں نشانہ بنا کر شروع کی، جس کا آغاز خود سپریم لیڈر سے ہوا۔ اس نے دفاعی، میزائل، فضائی اور بحری ساز و سامان کی ایک بڑی مقدار کو بھی نشانہ بنایا، اس امید میں کہ یہ ڈھانچہ نظام اور اس کی فوجی طاقت میں دراڑ پیدا کر دے گا، تاکہ باقی رہ جانے والے لوگ تباہی سے بچنے کے لیے مذاکرات کا دروازہ کھٹکھٹانے میں جلدی کریں۔ امید یہ تھی کہ پھر امریکہ ان پر اپنی شرائط مسلط کر دے گا جو نظام کے خاتمے کے بغیر اسے مجبور اور تابع کر دیں گی۔ تاہم، حیرت کی بات یہ تھی کہ ایرانی فوجی ڈھانچے نے اپنی یکجہتی اور جاری رہنے کی صلاحیت کو ثابت کر دیا، باوجود ان تمام نقصانات کے جو اسے اپنی فوجی قیادت اور جنگی مشینری میں اٹھانے پڑے، اور باوجود سیاسی نظام کی زیادہ تر علامتوں کے خاتمے کے۔ درحقیقت، ٹرمپ کا یہ بار بار کا شیخی بھرا دعویٰ کہ اس نے سب کچھ تباہ کر دیا ہے اور سب کو مار دیا ہے، یہاں تک کہ وہ نہیں جانتا کہ اب ایران میں کس سے بات کرے، اس نے فوجی کمانڈروں کے پاس عسکری تصادم کو اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں چھوڑا، جس کا محرک اولاً انتقام کا جذبہ، ثانیاً استقامت کا تقاضا، اور ثالثاً دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کے منصوبے تھے۔ ان کے مقاصد صرف فوجی نقصان اور تباہی تک محدود نہیں تھے، بلکہ انہوں نے ان میں خلیجی تیل کی ریاستوں میں اہم تنصیبات کو نشانہ بنا کر امریکی انتظامیہ کا بازو مروڑنے کا معاشی عنصر بھی شامل کر دیا۔ ان میں سب سے خطرناک اور تکلیف دہ اقدام آبنائے ہرمز کی بندش تھی، جس کی وجہ سے امریکہ سمیت پوری دنیا میں توانائی کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا۔

یوں امریکہ اور یہودی وجود نے خود کو عسکری اور معاشی تھکن میں الجھا لیا ہے، جو ٹرمپ، اس کی صدارتی مدت اور اس کی ریپبلکن پارٹی کے لیے سیاسی تھکن کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اپنی اس بند گلی کا احساس ہونے کے بعد، ٹرمپ نے بار بار ایرانیوں کی مذاکرات کی خواہش کے بارے میں بات کرنا شروع کر دی، جبکہ ایرانیوں نے ان کے جھوٹ کو بے نقاب کر دیا کیونکہ انہوں نے مذاکرات کی کسی بھی کوشش سے انکار کر دیا۔ جب بھی وہ انہیں مغلوب کرنے اور جنگ کی اس بند گلی سے نکلنے کی کوشش میں مذاکرات کی طرف راغب کرنے میں ناکام رہا، تو ٹرمپ نے جنگ کے خاتمے کا اعلان کرنے کے لیے نئے راستے تلاش کرنا شروع کر دیے، تاکہ وہ ہارا ہوا نظر نہ آئے۔ ٹرمپ کو ابھی تک وہ راستہ نہیں ملا، خاص طور پر جبکہ نیٹو نے بھی، یورپی ممالک کی قیادت میں، ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

اب وہ، اس تعطل کے بعد، آبنائے ہرمز کو کھولنے کو اپنی جنگ کا بنیادی ہدف بنانے کی طرف رجوع کر رہا ہے، تاکہ اگر ٹرمپ اسے حاصل کر لے، تو وہ خود کو جنگ کے فاتح کے طور پر پیش کر سکے۔ ٹرمپ کے فوجیوں کو اس ہدف کے حصول کا کوئی راستہ نظر نہ آیا سوائے اس کے کہ آبنائے کے قریب اہم ایرانی جزیروں اور شاید ایرانی ساحل کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ٹرمپ نے خطے میں اپنی زمینی فوج کو متحرک کرنا شروع کر دیا۔ اب وہ امریکیوں اور باقی دنیا سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ اس زمینی آپریشن کے لیے مہینوں نہیں بلکہ صرف چند ہفتے درکار ہوں گے۔ کیا اس ہدف کے حصول کی کوئی ضمانت ہے؟ اگر یہ حاصل ہو بھی جائے، تو کیا یہ جنگ کے خاتمے اور آبنائے کے کھلنے کی ضمانت دے گا؟

جواب یہ ہے کہ جزیروں اور کچھ ساحلی علاقوں پر حملے کے ہدف کے حصول کی کوئی ضمانت نہیں ہے، اور نہ ہی اس کے حاصل ہونے کی صورت میں جنگ کے خاتمے اور آبنائے ہرمز کے کھلنے کی کوئی ضمانت ہے۔ ایک زمینی جنگ امریکی فوجیوں کے لیے جہنم کے دروازے کھول سکتی ہے، کیونکہ وہ حملے کی کوشش کے دوران یا اس کی تکمیل کے بعد قریب سے ایرانی فائرنگ کی زد میں ہوں گے۔ زمینی حملے کی ممکنہ کامیابی آبنائے کے کھلنے کی ضمانت نہیں دے گی، کیونکہ ایران اب بھی کسی بھی ایسے جہاز کو نشانہ بنانے کے قابل رہے گا جسے وہ آبنائے سے گزرنے دینا نہیں چاہتا، کیونکہ اس کی یہ صلاحیت سمندر، جزیروں یا حتیٰ کہ قریبی ساحلی علاقوں میں اس کی موجودگی پر منحصر نہیں ہے۔ وہ اپنے جزیروں اور علاقوں پر موجود امریکی فوجیوں کو نشانہ بنانے کے لیے زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوگا۔ درحقیقت، وہ خلیجی ریاستوں اور مقبوضہ فلسطین میں ان اہداف پر اپنے میزائل اور ڈرون بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھنے کے قابل رہے گا جن پر وہ اب بمباری کر رہا ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ ٹرمپ اب جن طریقوں کا سہارا لے رہا ہے وہ ایک اضافی بند گلی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتے، جو اس کی عسکری، معاشی اور سیاسی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیں گے۔

اس جنگ کے منظرنامے میں سب سے شرمناک پہلو ایران اور فلسطین کے گردونواح میں واقع ریاستوں کا موقف ہے۔ وہی گناہ، یا بلکہ خیانت، جس کا ارتکاب تہران کی حکومت نے اس وقت کیا جب وہ 'طوفانِ اقصیٰ' آپریشن کے ساتھ ہم آہنگ ہونے میں ناکام رہی، اور اس کے بجائے اس نے اس لمحے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا جب قابض یہودی وجود لرز اٹھا تھا، اور "سٹریٹیجک صبر" کے نعرے تلے دو مکمل سال تک غزہ اور لبنان میں اپنے اتحادی کو تنہا چھوڑنے اور دھوکہ دینے کا انتخاب کیا۔ بعینہٖ وہی خیانت اب خطے کی ریاستیں کر رہی ہیں، پاکستان سے لے کر ترکی، سعودی عرب، مصر، اردن، اور شام تک... اور یہ فہرست طویل ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے وہ تاریخی موقع موجود ہے جو اس وقت امریکہ اور یہودی وجود کو درپیش مشکل صورتحال کی شکل میں سامنے آیا ہے۔ یہاں یہ دونوں ایک ایسی تنہا

ریاست کو شکست دینے میں ناکام ہیں جس کی عسکری طاقت پاکستان یا ترکی کے قریب بھی نہیں پہنچتی۔ اگر ان حکمرانوں میں دین اور غیرت کی ایک رمق بھی ہوتی، یا خود غرضانہ موقع پرستی پر مبنی ذرا سی بھی عیاری ہوتی، تو وہ اسے کم سے کم قیمت پر ہیروز کی فہرست میں شامل ہونے کے سنہری موقع کے طور پر پہچان لیتے۔ تاہم، حقیقت یہ ہے کہ وہ ایسے بزدل ہیں جو اس اعزاز کے مستحق نہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ وہ اس اعزاز کا بوجھ اٹھانے کے لیے بہت حقیر ہیں، کیونکہ وہ اپنے تختوں پر اس دور کے فرعون کے کارندے بننے اور تاریخ کے مشاہدے میں آنے والے غلیظ ترین بین الاقوامی خاندان کا رکن بننے کے لیے بیٹھے ہیں۔

تبصرہ نگار فوراً اس پر یہ تبصرہ کریں گے کہ یہ تو ایران پر جنگ ہے جس نے ہمیشہ خطے کے عوام کے ساتھ غداری کی ہے، تو پھر مسلمان ایران کے شانہ بشانہ کیوں لڑیں؟ اس کا جواب، جو مکمل وضاحت کے ساتھ اور کسی کے جذبات کی پرواہ کیے بغیر دیا گیا ہے، یہ ہے کہ یہ اس شخص کا نقطہ نظر ہے جو اپنی ناک کی نوک سے آگے نہیں دیکھ سکتا۔ ارضِ مبارک کو آزاد کرانے کے لیے یہودی وجود کے خلاف لڑنا اس جنگ سے کئی دہائیاں پہلے بھی ایک شرعی فریضہ تھا۔ یہ اٹھہتر سال پہلے بھی ایک شرعی فریضہ تھا، یعنی جب سے یہودیوں نے فلسطین کے بیشتر حصے پر قبضہ کیا ہے۔ مزید برآں، یہ جنگ محض ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ، یہ جنگ پورے خطے کے خلاف ایک بہت بڑی امریکی مہم کا ایک مرحلہ ہے، تاکہ اس کا نقشہ تبدیل کیا جا سکے اور اسے غیر معمولی انداز میں مغلوب کیا جا سکے۔ جس طرح آج ایران کے حکمرانوں کو ذبح ہوتے ہوئے غزہ کے تئیں اپنے غدارانہ "سٹریٹیجک صبر" پر پچھتانا چاہیے، اسی طرح یہ بزدل بھی اپنے موقف پر اس وقت پچھتائیں گے جب ان کی باری آئے گی، اور پھر انہیں وہ عربی ضرب المثل کسی کام نہ آئے گی جو خبردار کرتی ہے کہ: "میں اسی دن کھا لیا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا تھا!"

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے رکن

ٹرمپ کا کہنا ہے کہ ترکیہ شاندار ہے، اور ایردوان ایک عظیم لیڈر ہیں

تحریر: استاذ اسعد منصور

(ترجمہ)

امریکی صدر ٹرمپ نے 29 مارچ 2026 کو میامی میں منعقدہ "فیوچر انویسٹمنٹ انیشی ایٹو" کانفرنس کے دوران ایران کے خلاف امریکی اور یہودی جارحیت پر دیگر ممالک کے موقف کا جائزہ لینے کے بعد ترکیہ اور اس کے صدر کی تعریف کی۔ ٹرمپ نے صدر رجب طیب ایردوان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا، "میرے خیال میں ترکیہ شاندار تھا۔ در حقیقت، شاندار۔ اور وہ ان معاملات سے دور رہے جن سے ہم نے انہیں دور رہنے کو کہا تھا۔ اور وہ ایک عظیم لیڈر ہیں۔"

ٹرمپ کی جانب سے ایردوان کی اس بھرپور ستائش اور انہیں ایک عظیم لیڈر قرار دینے کا ایک ایسا مطلب ہے جو کسی بھی ذی شعور شخص پر عیاں ہے۔ اس سے قبل بھی وہ یہ کہہ کر اس کی تعریف کر چکا ہے کہ وہ ایردوان سے محبت کرتا ہے اور

اردوان اس سے محبت کرتا ہے۔ کفر کے سرغنہ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان کے دشمن، ٹرمپ کی جانب سے یہ اردوان کی امریکہ سے وفاداری اور اس اہم خدمات کی گواہی ہے جو اس نے امریکہ کو فراہم کی ہیں۔ یہ سب کچھ بلاشک و شبہ ان خدمات کی اہمیت کو ثابت کرتا ہے جو اردوان کے ترکیہ نے گزشتہ 24 سالوں سے اس مجرم دشمن کو فراہم کی ہیں۔

ٹرمپ، جس کا مقصد "پہلے امریکہ"(America First) اور "امریکہ کو دوبارہ عظیم بنائیں"(Make America Great Again) جیسے نعروں میں سمویا ہوا ہے، اردوان اور حکومت میں شامل ان کے حواریوں کو "شاندار" اور "عمدہ" قرار دے کر اس لیے سراہتا ہے کیونکہ وہ اس کے مفاد میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے ترکیہ کو اس معرکے سے دور رکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اسے ایران کے خلاف، اور اس سے قبل غزہ، شام، عراق اور افغانستان کے مسلمانوں اور ان کے ممالک کی حمایت میں امریکی اور یہودی جارحیت کے خلاف مداخلت کے دائرے سے باہر رکھا ہے۔

اردوان ان دشمنوں کو ایک مسلم ملک، یعنی ایران کو تباہ کرنے کی اجازت دے رہا ہے، جسے مسلمانوں نے خلیفہ راشد عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے دورِ خلافت میں فتح کیا تھا۔ امریکی اسے مقبوضہ بنانے یا اس پر براہِ راست تسلط قائم کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، اس کے باوجود اردوان مسلمانوں کی حمایت میں مداخلت کیے بغیر انہیں قتل کرنے کی اجازت دے رہا ہے۔ وہ ان "چیزوں سے دور رہا" جن میں ٹرمپ نے انہیں شامل نہ ہونے کو کہا تھا!

بالکل یہی کچھ غزہ پر یہودی جارحیت کے دوران ہوا، جسے امریکہ کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ امریکہ نے ترکیہ اور خطے کے دیگر ممالک سے مطالبہ کیا کہ وہ اس جنگ سے دور رہیں اور اپنے صدر اور سابق امریکی وزرائے خارجہ، بائیڈن اور بلنکن کے ذریعے انہیں واضح طور پر نصیحت کی کہ وہ اس میں مداخلت نہ کریں تاکہ تنازع مزید نہ بڑھے۔ یہودی وجود دو سال سے غزہ میں نسل کشی کر رہا ہے اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، جس سے پورا علاقہ تباہ ہو چکا ہے۔ مزید برآں، اردوان اور اقتدار میں شامل ان کے حواریوں نے غزہ کی حمایت نہ کر کے نہ صرف ان "معاملات سے دوری" اختیار کی جن کا ٹرمپ نے ان سے مطالبہ کیا تھا، بلکہ انہوں نے یہودی وجود کے ساتھ تعلقات منقطع نہ کر کے اور اس کے ساتھ تجارت جاری رکھ کر درحقیقت اس جارحیت کی حمایت کی۔ وہ یہودی وجود کے قاتل فوجیوں کے لیے خوراک اور پانی،

اسلحہ سازی کے لیے خام مال، اور اپنے اتحادی آذربائیجان کے حکمران علی ایوف سے حاصل ہونے والا تیل اور گیس فراہم کرتے ہیں تاکہ ان کے ٹینکوں اور طیاروں کا ایندھن پورا ہو سکے۔

اب یہودی وجود نے مسجد اقصیٰ کو بند کر دیا ہے تاکہ اس پر قبضہ کر کے اسے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، بالکل ویسے ہی جیسے اس نے الخلیل (ہبرون) میں مسجد ابراہیمی کے ساتھ کیا تھا۔ دریں اثنا، اپنی فوج کے سائے میں آباد کاروں کے جتھے مغربی کنارے میں مسلمانوں پر حملے کر رہے ہیں، جبکہ ایردوان کا ترکیہ تنازع کو بڑھنے سے روکنے کی امریکی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے مداخلت سے گریز کر رہا ہے!

ایردوان کے ترکیہ نے اس وقت بھی مداخلت نہیں کی جب یہودی وجود نے امریکی حمایت کے ساتھ شام کے ہتھیاروں بشمول طیاروں، ٹینکوں، ہوائی اڈوں، کیمپوں، اسلحہ سازی کے کارخانوں اور بارود کے گوداموں کو تباہ کر دیا تھا۔ ترک فوج، جو ان مقامات کے قریب اور خود شام کے اندر موجود تھی، محض خاموش تماشائی بنی رہی۔ پھر امریکی تعاون سے یہودی وجود نے نئے علاقوں پر قبضہ کر لیا، دمشق کے مضافات تک پہنچ گیا اور جنوبی شام میں ایک "سیف زون" (محفوظ علاقہ) قائم کرنے کا اعلان کیا۔ یہ سب امریکہ کی اطاعت میں کیا گیا، اس طرح وہ ان "معاملات سے دور رہے" جن میں ٹرمپ نے انہیں شامل نہ ہونے کا کہا تھا!

اسی لیے ترکیہ اس وقت بھی مداخلت نہیں کرتا جب یہودی وجود امریکی حمایت کے ساتھ لبنان پر حملہ کرتا ہے تاکہ وہاں موجود ان ہتھیاروں اور افواج کو تباہ کر سکے جو اس کے لیے خطرہ بن سکتی ہیں، اور پھر دریائے لیطانی کے جنوب میں ایک سیف زون قائم کرنے کے لیے کام کرتا ہے۔

جس طرح ٹرمپ نے ترکیہ سے مطالبہ کیا تھا، بالکل ویسے ہی اس نے خطے کے دیگر ممالک سے بھی یہ مطالبہ کیا کہ وہ جنگ کو طول پکڑنے سے روکنے کے لیے مداخلت نہ کریں، اور ان ممالک نے نہایت تابعداری کے ساتھ اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اسی لیے اس نے ترکیہ کے علاوہ سعودی عرب، قطر، متحدہ عرب امارات، بحرین، کویت اور انڈونیشیا کی بھرپور تعریف کی، ان کے موقف پر ان کا شکریہ ادا کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے امریکہ کو زبردست مدد فراہم کی ہے۔

درحقیقت، ایردوان کے ترکیہ اور ان ممالک نے جن کی ٹرمپ نے تعریف کی، امریکہ اور یہودی وجود کی جارحیت پر خاموش رہ کر، یہودی وجود کے ساتھ اپنے تعلقات منقطع نہ کر کے، اور اپنی سرزمین پر قائم ان فوجی اڈوں کو بند نہ کر کے حیرت انگیز تعاون فراہم کیا ہے جس کی بدولت یہودی وجود اپنی جارحیت جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ صورتحال امریکہ

اور اس کے پروردہ یہودی وجود کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ ایک ایک کر کے ہر مسلم قوت کو ختم کر دیں، یہاں تک کہ تمام مسلم ممالک ایسے کسی بھی اسلحے سے محروم ہو جائیں جو یہودی وجود یا امریکی اثر و رسوخ کے لیے خطرہ بن سکے۔

یہ ممالک سمجھتے ہیں کہ وہ ایسا موقف اپنا کر دانشمندی کا ثبوت دے رہے ہیں اور یوں وہ امریکی اور یہودی بھیڑیوں سے بچ جائیں گے، اور یہ کہ اگر وہ دوسروں کو ہڑپ ہونے دیں گے تو تباہی کا یہ چکر ان کی طرف نہیں مڑے گا۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہودی وجود کھلم کھلا انہیں دھمکیاں دیتا ہے۔ اس کا وزیرِاعظم نیتن یاہو نیل سے فرات تک پھیلے ہوئے "گریٹر اسرائیل" (عظیم تر اسرائیل) کے قیام کی اپنی خواہش کا اظہار کر چکا ہے، جس کا مقصد خطے میں واحد طاقت بننا اور ناقابلِ تسخیر اسلحہ رکھنا ہے، جبکہ دیگر تمام ممالک کو ہر اس ممکنہ خطرے سے محروم کر دینا ہے جس سے وہ اپنا دفاع کر سکیں۔

امریکہ نے یہودی وجود کے لیے اپنے سفیر ہکابی کے ذریعے اس خیال کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ 21 فروری 2026 کو اس نے بیان دیا کہ وہ پورے مشرقِ وسطیٰ پر یہودی وجود کے قبضے میں کوئی رکاوٹ نہیں دیکھتا، اور وہ نیل سے فرات تک کی زمین کو یہودیوں کی سرزمین سمجھتا ہے۔ ہکابی نے کہا: "مجھے یقین نہیں کہ یہ اس حد تک جائے گا، لیکن یہ زمین کا ایک بہت بڑا ٹکڑا ہو گا... اسرائیل وہ سرزمین ہے جو خدا نے (حضرت) ابراہیم کے واسطے سے اس قوم کو دی جسے اس نے چنا تھا۔ یہ ایک قوم تھی، ایک مقام تھا اور ایک مقصد تھا... اگر وہ اس سب پر قبضہ کر لیں تو یہ ٹھیک ہو گا"۔

امریکہ نے 2003 میں عراق کے ساتھ بھی یہی کیا تھا، ایک ایسا ملک جس کے پاس ایسی قوت موجود تھی جو یہودی وجود پر ہیبت طاری کرنے اور فلسطین کو آزاد کرانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ امریکہ نے ایردوان کے ترکیہ اور دیگر علاقائی ریاستوں کے تعاون سے عراق کو تباہ کیا، اس کی عسکری صلاحیتوں اور اسلحہ سازی کے کارخانوں کو ملیامیٹ کیا، اس کے سائنسدانوں کو قتل کیا اور اس کے وسائل کو جی بھر کر لوٹا۔ اس کے بعد سے ترکیہ اور خلیجی ریاستوں نے امریکہ کے لیے اپنے فوجی اڈے کھول رکھے ہیں۔

ایردوان کے ترکیہ نے افغانستان کے خلاف اپنی جارحیت میں امریکہ کی حمایت کی، اور ترکیہ اور خلیجی ریاستوں دونوں نے امریکہ کے لیے فوجی اڈے کھول دیے۔ یہاں تک کہ ترکیہ نے صلیبی نیٹو (NATO) اتحاد کی قیادت میں اس جارحیت میں حصہ لیا، اور ایردوان نے اس پر فخر کرتے ہوئے ترکیہ کو نیٹو کے سب سے مضبوط حامیوں میں سے ایک قرار دیا۔ انہوں نے مثال کے طور پر افغانستان، کوریا اور کیوبا کے میزائل بحران میں امریکہ اور اتحاد کی حمایت کا حوالہ دیا۔

اس سے ہر ذی شعور شخص، بلکہ ادنیٰ سی سوچ رکھنے والے کسی بھی فرد پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ایردوان ایک بہت بڑا غدار ہے جو کفار سے دوستی کرتا ہے اور ان کے لیڈر ٹرمپ اور اس کے ملک کو غیر معمولی اور حیرت انگیز مدد فراہم کرتا ہے۔ ایردوان مسلم ممالک کے ان دیگر حکمرانوں سے مختلف نہیں ہیں جو کفار کے وفادار ہیں۔ لہٰذا، یہ ناگزیر ہے کہ ان کی پیروی نہ کی جائے اور نہ ہی ان کے اعمال کا جواز پیش کیا جائے، بلکہ اس کے بجائے ان کی اور ان تمام لوگوں کی مذمت کی جائے جو کفار کے وفادار ہیں۔

ہر اس مسلمان پر بھی یہ واضح ہے جو اپنے دین، اپنی سرزمین اور اپنی امت کے لیے غیرت رکھتا ہے، اور جو قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو کر پیش ہونے کی امید رکھتا ہے، کہ یہ ایک شرعی فریضہ ہے کہ ان حکمرانوں اور ان کے نظاموں کو ختم کرنے اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے کام کیا جائے، کیونکہ ان کی بنیاد ان اصولوں پر ہے جو اسلام کے متصادم ہیں، اور ان دساتیر اور قوانین پر ہے جو کفارِ مغرب سے درآمد شدہ ہیں۔

ہر باشعور اور مخلص مسلمان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ ان سنگین حالات اور خطے پر امریکہ اور یہودی وجود کے تسلط سے آزادی اور نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام اور اس کے جھنڈے کے نیچے مسلم علاقوں کو متحد کرنے کے۔ لہٰذا، امت کے بیٹوں اور بیٹیوں پر یہ شرعی فریضہ ہے کہ وہ اس کے قیام کے لیے حزب التحریر میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ مل کر کام کریں یا ان کی حمایت کریں، اور یہ ایمان کا کم ترین درجہ ہے۔

جب متحد کرنے والی ریاست موجود نہ ہو تو عظیم تر توانائیاں بھی بکھر جاتی ہیں

سن 1924 کے بعد کے دور کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلم سرزمینیں پے در پے آنے والے بحرانوں کے چکر سے باہر نہیں نکل سکی ہیں: جیسے براہِ راست قبضے، معاشی محکومی، داخلی جھگڑے، سرحدی تنازعات، سیاسی دباؤ، اور بڑی طاقتوں کے مفادات کے مطابق خطے کی نقشہ سازی کا مسلسل عمل۔ یہ سب کچھ ایک ایسی واحد سیاسی مقتدرہ (اتھارٹی) کی عدم موجودگی میں ہو رہا ہے جو ان توانائیوں کو متحد کرنے اور انہیں ایک مشترکہ منصوبے کے تحت چلانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تاریخ محض اپنے آپ کو ویسے ہی دہرا رہی ہے جیسا کہ وہ پہلے تھی، یا یہ کہ واپسی کے لیے غور و فکر کے بغیر صرف پرانی شکل کو دہرانا ضروری ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سیاسی اتحاد کا سوال کوئی علمی تعیش (عیاشی) نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا براہِ راست تعلق امت کی اپنی حفاظت کرنے، اپنی دولت کا انتظام سنبھالنے، اپنی خارجہ پالیسیاں مرتب کرنے اور اپنے بڑے مسائل کا دفاع کرنے کی صلاحیت سے ہے۔ جب متحد کرنے والا ذریعہ ہی مفقود ہو، تو توانائیاں بکھری رہتی ہیں، خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہوں۔

سن 1924 محض ایک دور کا خاتمہ نہیں تھا، بلکہ یہ سیاسی تقسیم اور بکھراؤ کے ایک نئے مرحلے کا آغاز تھا۔ آج ایک سو پانچ سال بعد جو سوال سامنے آتا ہے وہ یہ ہے: کیا امت اس تقسیم کی اسیر رہے گی جیسے کہ یہ کوئی ابدی تقدیر ہو، یا امت کے اتحاد کا تصور — ایک ایسے شرعی حکم کے طور پر جو کہ فرض ہے اور ایک عملی ضرورت بھی ہے — دوبارہ ابھرے گا اور خود کو ایک طویل بحران کے بنیادی حل کے طور پر منوائے گا؟

تاریخ یونہی بے مقصد حرکت نہیں کرتی۔ خلافت کے خاتمے نے صرف طرزِ حکمرانی کی صورت کو ہی نہیں بدلا۔ بلکہ اس نے ہمارے اردگرد کی دنیا کی شکل بدل کر رکھ دی۔ اس لمحے پر غور و فکر کرنا محض ماضی کی یادوں میں کھو جانا نہیں ہے، بلکہ یہ ایک پریشان کن حال کو سمجھنے کی کلید (چابی) تلاش کرنا اور ایک ایسے مستقبل کا تصور کرنا ہے جس میں امت دوبارہ ایک واحد اور متحد امت بننے کی صلاحیت حاصل کر لے، جو محض مشترکہ جذبات کے سہارے نہیں بلکہ اسلام کے عقیدے کی بنیاد پر جڑی ہو۔

آگے بڑھو اے مسلمانو! کیونکہ یہ حزب التحریر ہے جو تمہیں نجات کی کشتی کی طرف بلا رہی ہے

اے مسلمانو! تمہاری شان و شوکت، تمہارے آباؤ اجداد کا فخر، تمہارے اسلاف کے کارنامے اور بیش بہا خزانوں سے بھری تمہاری تاریخ، یہ سب تمہیں پکار رہے ہیں کہ تم اپنی عزتِ رفتہ کو بحال کرو، تفرقے کی قوتوں کو پیچھے چھوڑ دو، خود کو اور اپنی سرزمینوں کو آزاد کراؤ، اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کو قتلِ عام اور ان کے خون اور مال کی بے حرمتی سے بچاؤ۔

امریکہ اور یہودیوں نے ہر قانون اور ہر انسانی ضابطے کی پامالی کی ہے، اور وہ درندگی کے قانون کے سوا کسی چیز پر عمل نہیں کر رہے۔ اب صرف تم ہی باقی رہ گئے ہو، وہی لوگ جن کے ابدی نظام نے تیرہ سو سال سے بھی پہلے انسانی حقوق کو بلند کیا اور ان پر عمل درآمد کیا۔ طنز کرنے والوں کی پروانہ کرو، جبکہ تمہارے سروں پر امریکہ کی تلوار ننگی لٹک رہی ہے جس نے سب کی نظریں اپنی طرف مرکوز کر رکھی ہیں۔

آگے بڑھو، کیونکہ یہ حزب التحریر ہے، وہ پیش رو رہنما جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ تمہیں نجات کی کشتی کی طرف بلا رہا ہے، تاکہ تم پلٹ کر اپنی عزت اور شاندار ورثے کو دوبارہ حاصل کرو، اپنے عزم کو جلا بخشو، عظمت اور وقار کی راہ پر دوڑو اور اسے ہواؤں کے دوش پر پھیلا دو۔

تمہارا نعرہ یہ ہونا چاہیے: "خوش آمدید"، کیونکہ تاریخ خود کو دہرا رہی ہے اور ہمیں اسی طرف بلا رہی ہے جس پر ہماری پرورش ہوئی ہے، ان واقعات اور ان موقفوں کی طرف جن سے ہم واقف رہے ہیں، تاکہ بیٹے اور پوتے اپنے ہاتھوں سے عظمت کے ابواب رقم کریں، بالکل ویسے ہی جیسے ان کے باپ دادا اور اسلاف نے کیے تھے۔ یہ ہمیں اس امت کی ترقی کا موقع فراہم کر رہا ہے، تاکہ زندگی کی جدوجہد کی بلند ترین چوٹی پر عظمت کا پرچم لہرایا جائے، اور بہترین انجام ان ہی کے لیے ہے جو اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) سے ڈرتے ہیں۔